ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

نگران اعلیٰ
مفتی محمود

21/6

نہتے مزدوروں پر گولیاں چلانا بربریت اور بہیمیت ہے

مولانا مفتی محمود ملتان میں

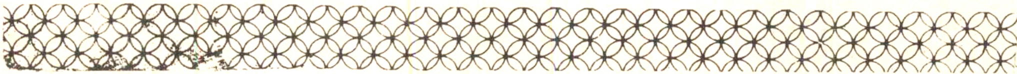
بلوچستان میں بغاوت کی اصل حقیقت کیا تھی

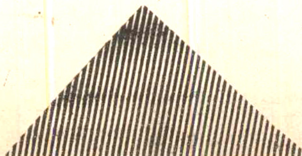
بلوچستان کی ڈائری

پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کے صدر سے ایک اہم انٹرویو

سیر سیاست ہند اور علماء کا کردار

ایک غلطی کا ازالہ





قیمت ایک روپیہ

یکم ربیع الاول ۹۸ھ ۱۰ فروری ۷۸ء

خورشیدِ سحر بن کے اُبھر جائیں گے ہم لوگ

یہ نظم تحریک کے دوران ڈسٹرکٹ جیل گجرات میں کہی گئی تھی۔

ہر مرحلۂ غم سے گذر جائیں گے ہم لوگ
جینے کی تمنا ہیں تو مرجائیں گے ہم لوگ

یہ راز ابھی تک نہیں صیّاد کو معلوم
آلامِ اسیری سے نکھر جائیں گے ہم لوگ

ہر گھر پہ بٹھائے ہیں ستم گر نے جو پہرے
شاید یہ سمجھتا ہے کہ ڈر جائیں گے ہم لوگ

سو بار کوئی سنگِ گراں مار کے دیکھے!
شیشہ تو نہیں ہیں کہ بکھر جائیں گے ہم لوگ

یہ گرد تو ڈھل جائے گی چہروں سے ہمارے
آئیں گی بہاریں تو نکھر جائیں گے ہم لوگ

اِک مرحلۂ دار و رسن اور ہے باقی!
کچھ غم نہیں اس سے بھی گذر جائیں گے ہم لوگ

کچھ ہو، یہی سوچا ہے کہ اب خونِ جگر سے
تاریخ کو تحریر ہی کر جائیں گے ہم لوگ

حالات نہ بدلیں گے اگر صحنِ چمن کے
زنداں کی طرف بارِ دگر جائیں گے ہم لوگ

احساس کی گرمی سے ہی دھڑکن ہے دلوں کی
احساس جو مر جائے گا، مر جائیں گے ہم لوگ

ڈوبیں گے اگر شام کو سورج کی طرح فخرؔ
خورشیدِ سحر بن کے اُبھر جائیں گے ہم لوگ

حکیم افتخار فخر

اداریہ

سیاسی لیڈروں سے صلاح مشورہ

حکومت کی طرف سے بلائی گئی سیاسی لیڈروں کی کانفرنس میں تا دم تحریر جو چیز سامنے آئی ہے وہ ایسے مسائل ہیں جن کا تعلق زیادہ تر امور خارجہ سے ہے۔ حکومت کے ترجمان نے تقریباً دو گھنٹے تک ان امور کی وضاحت کی جن کا حکومت کو سامنا ہے یا جن امور میں حکومت اور سیاسی لیڈروں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔ حکومت کے ترجمان نے سیاسی لیڈروں کو امریکہ سے مختلف ادوار میں پاکستان کے تعلقات، موجودہ تعلقات کی نوعیت، وزیر اعظم برطانیہ کا دورۂ پاکستان، دولت مشترکہ میں دوبارہ شمولیت کا مسئلہ، روس کی طرف سے سٹیل مل کے سلسلے میں امداد، چائنا پاکستان دوستی، فرانس سے ری پراسیسنگ پلانٹ کے ضمن میں تعلقات، بنگلہ دیش اور افغانستان سے تعلقات، بھارت سے تجارتِ باہمی کے ضمن میں بات چیت، بھارتی وزیر خارجہ باجپائی کی پاکستان میں آمد اور مسئلہ کشمیر اور شملہ معاہدہ وغیرہ ایسے مسائل سے آگاہ کیا۔

سیاسی لیڈروں نے بھی حکومت کو اپنے خیالات سے آگاہ کیا اور حکومت پر واضح کیا کہ وہ جو بھی قدم اس سلسلہ میں اٹھائے وہ ملکی اور قومی مفاد میں ہو اور ہر قدم نہایت سوچ سمجھ کر اٹھایا جانا چاہیے، سیاسی لیڈروں نے حکومت کو بعض مفید مشورے بھی دیئے اور حکومت نے ان قومی رہنماؤں کو ٹھنڈے دل سے سنا اور باہمی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا خصوصاً بھارتی وزیر خارجہ باجپائی کی آمد سے متعلق جن شکوک و شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے اور قومی حلقے تشویش کا شکار ہیں، حکومت نے وضاحت پیش کی۔ حکومت نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ شملہ معاہدے پر عملدرآمد کی بات ہوئی تو مسئلہ کشمیر کے حل کو اولیت دی جائے گی۔ حکومت نے یہ بھی کہا کہ بھارتی وزیر خارجہ کا دورۂ خیر سگالی کا دورہ ہے، اس دورے کا تعلق پہلے سے طے شدہ امور سے ہرگز نہیں ہے

قومی حلقوں میں اس کانفرنس کا خیر مقدم کیا جا رہا ہے اور حکومت سے یہ توقع کی جا رہی ہے کہ جب تک عوامی نمائندے اقتدار نہیں سنبھال لیتے حکومت کو اس قسم کی کانفرنس بلا کر سیاسی لیڈروں سے اہم امور پر مشورہ کرتے رہنا چاہیے۔ اس عمل سے باہمی اعتماد کی فضا قائم ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سی غلط فہمیوں کے ازالے کی راہ بھی نکلے گی۔

نظر بظاہر یہ ایک اچھی روایت ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ خدشات کا بھی اظہار کیا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ حکومت انتخابات کو اس طرح سے شاید مزید لیٹ کرنا چاہتی ہے۔ اس خدشہ کو زیادہ تر تقویت سیاسی مشیروں کے تقرر سے اور اب حالیہ کانفرنس کے سلسلے میں بھی قومی حلقے ملے جلے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں۔

اس خدشہ کو مزید تقویت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق کے حالیہ بیان سے ملنے کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا جو انہوں نے اخباری نمائندوں کے سوالات کے جواب میں دیا۔ اخباری نمائندوں نے جب ان سے پوچھا کہ سیاسی لیڈر ملک میں عام انتخابات اور بحالی جمہوریت کی تاریخ متعین کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں تو جنرل صاحب نے کہا کہ انتخابات کا انحصار حالات پر ہے۔ ہمیں ساری ملکی صورت حال کو سامنے رکھنا ہے۔ محض کسی کے مطالبے پر تاریخ کا تعین نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ماضی کی حکومت کا تختہ الٹنے کی ذمہ داری مجھ پر اور مجھ پر ہی دوبارہ ملک میں جمہوری دور لانے کی ذمہ داری ہے تو اسے ہر حالت میں پورا کیا کیا جائے گا۔

ہمارے خیال میں زیادہ اطمینان بخش بات یہ تھی کہ جنرل صاحب اس قسم کا دو ٹوک جواب دینے کی بجائے



جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۶

جمعۃ المبارک ۱ ربیع الاول ۹۸ھ ۱۰ فروری ۷۸ء

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ۴۵ روپے
ششماہی ۲۳ روپے
سہ ماہی ۱۱.۵۰ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

اس سلسلے میں بھی وہی موقف اختیار کرتے جو انہوں نے سیاسی لیڈروں کی کانفرنس بلانے کے سلسلے میں کیا ہے۔ انتخابات کی تاریخ کے تعین کے لیے بھی سیاسی لیڈروں سے بات چیت ہونی چاہیے، اگر واقعی حکومت کو کچھ ایسی دشواریاں طور پیش ہیں جن کی وجہ سے جلد انتخابات نہیں کرائے جا سکتے تو اس کا صاف اور سیدھا طریقہ یہی ہے کہ وہ مشکلات اور دشواریاں رائے عامہ کے لیڈروں کے سامنے رکھی جائیں اور ان لیڈروں ہی سے ان مشکلات کا حل دریافت کیا جائے۔ اس طرح کی افہام وتفہیم کے ذریعہ کسی متفقہ حل پر پہونچ جانا کوئی امر مشکل نہیں - جب امور خارجہ ایسے نازک مسئلہ کو افہام وتفہیم کے راستے سے سلجھایا جا سکتا ہے اور شکوک وشبہات کی خلیج کو پاٹا جا سکتا ہے تو انتخابات کے جلد یا بدیر ہونے کا عقدہ کیوں حل نہیں کیا جا سکتا -؟ ....

اس حقیقت سے جنرل ضیاء الحق بھی انکار نہیں کر رہے کہ ملکی مسائل کو بہتر طریقے سے حل کرنے کی اہلیت منتخبہ حکومت ہی رکھتی ہے۔ پھر سمجھ نہیں آتا کہ آخر وہ کونسی در پردہ وجوہ ہیں جن کی وجہ سے تاخیر کو روا رکھا جا رہا ہے، جہاں تک احتساب کا تعلق ہے تو اسے تیز بھی کیا جا سکتا ہے اور اب تو ٹریبونل بھی قائم کر دیئے گئے ہیں۔ بعض حلقوں کی طرف سے یہ تجویز بھی آئی ہے کہ بڑے بڑے ملزموں کا احتساب جلد مکمل کر لیا جائے اور باقی احتساب آنے والی منتخبہ حکومت پر چھوڑ دیا جائے۔

ہمارے نزدیک یہ تجویز اپنے اندر خاصی معقولیت لیے ہوئے ہے۔ ہمیں حکومت کی نیت میں شبہ نہیں، لیکن بعض موہوم خطرات و خدشات کے پیش نظر عوام کے اعتماد کو مجروح ہونے دینا بھی تو مناسب نہیں، بلکہ بہت بہتر ہو اگر حکومت حالیہ کانفرنس میں ہی اس مسئلے پر بھی بات چیت کر کے افہام وتفہیم کر لے۔

کچھ تو کیا چاہیے خوفِ خدا

۳ رفروری ۱۹۷۸ء کے نوائے وقت کے اداریے میں جدا ہو دین سیاست سے تو...... کے عنوان سے اداریہ نگار نے ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائریکٹر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری کی تقریر پہ اظہار خیال کیا ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے نوائے وقت کے ذرائع کے مطابق راولپنڈی کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سیاست اور دین کو جدا قرار دیا ہے۔

اول تو یہ امر ہی وضاحت طلب ہے کہ ڈاکٹر رشید احمد جالندھری نے ان خیالات کا اظہار کیا بھی ہے یا نہیں، کیونکہ ادارہ تحقیقات اسلامی کی زیر نگرانی شائع ہونے والے ماہنامہ مجلہ فکر ونظر کے نومبر دسمبر کے شمارے میں اقبال اور علماء کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب نے جو مبسوط مقالہ پیش کیا ہے اس میں واضح طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ علماء نے کن کن ادوار میں سیاسیات میں حصہ لیا اور کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اگر ڈاکٹر صاحب ان خیالات کے حامل ہوتے جو نوائے وقت کے اداریے میں ان سے منسوب کیے گئے ہیں تو وہ اپنے مقالے میں اس کے برعکس خیالات کا اظہار کیونکر کرتے ؟

جہاں تک اس حقیقت یا الزام کا تعلق ہے تو اس کا بہتر جواب تو ڈاکٹر صاحب ہی دے سکتے ہیں، ہمیں جو کچھ کہنا ہے وہ یہ ہے کہ نوائے وقت کے اداراتی نوٹ میں جس عصبیت، تنگ نظری، الزام تراشی، دروغ گوئی، اور مخصوص ذہنیت کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ شر انگیز اور شرمناک ہے۔

اداریہ نگار نے جو کچھ لکھا ہے سنیئے اور سر دھنیئے۔ کہتے ہیں :

"موصوف (ڈاکٹر رشید احمد جالندھری) کا ذہنی رشتہ برصغیر کے جس قوم پرست مکتب فکر سے ہے اسے پیش نظر رکھیں تو ان کی یہ بات باعث حیرت اور خلاف توقع معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ اس مخصوص مکتب فکر کے اکابر مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنیؒ وغیرہ کا بھی یہی نکتہ نظر تھا۔ اور تحریک پاکستان کے زمانے میں جب "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ" اور پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ کے نعرے ملک کے طول وعرض میں گونج رہے تھے اور "قومیں اوطان سے بنتی ہیں" کے اندازِ فکر کو تہ و بالا کر کے اس برصغیر میں متحدہ ہندوستانی قومیت کے بجائے مسلم قومیت کے تصور کی بنیاد پر ایک علیحدہ اور آزاد مملکت کے قیام کی نوید سنا رہے تھے تو اس وقت بھی بنیادی لڑائی یہی تھی جس کا ذکر اب اسلام کو دینِ مملکت قرار دینے والے پاکستان میں ایک سرکاری تحقیقاتی ادارے کے ڈائریکٹر نے بانگ بے ہنگام کے طور پر اس طرح کیا ہے کہ مذہب و سیاست کو خلط ملط نہیں کرنا چاہتے — کیوں کہ یہ دو جُدا جُدا چیزیں ہیں۔"

ہم نے نوائے وقت کے اس اداراتی نوٹ کا یہ مکمل پیرا اس لیے نوٹ کیا ہے تاکہ قارئین کے سامنے اس قبیلہ نا قدر جام کی مخصوص ذہنیت اور عقربی فطرۃ مکمل طور پر سامنے آجائے۔ بھلا اس سے بڑا سفید جھوٹ ہو سکتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی اور ان کے رُفقاء کار سیاست اور مذہب کو دو جدا جدا حقیقت سمجھتے تھے۔ لعنۃُ اللہ علی الکاذبین۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ، اور مولانا حسین احمد مدنی سے آپ سیاسی اختلاف کریں، نظریاتی اختلاف کریں آپ کو حق پہونچتا ہے، لیکن ان مقدس ہستیوں اور پاک باز انسانوں سے وہ باتیں تو منسوب نہ کریں جن کے خلاف انہوں نے اپنا مال وجان تک داؤ پہ لگا دیا تھا، کسی سے اختلاف کا مطلب تہمت تراشنا بہتان لگانا، افتراء کرنا تو نہیں۔ برصغیر کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ ان علماء نے سیاست کو دین کے تابع کرنے کی کس قدر کوشش کی اور اپنے دینی وملی تقاضوں کے پیش نظر برصغیر کی آزادی میں کیا کردار انجام دیا۔

ان علماء کا مشن یہی تھا (جن پر قوم پرست ہونے کی پھبتی کسی جاتی ہے) کہ انگریز اور اس کی خطاب یافتہ کیمپ نے جو دین اور سیاست کو جُدا جُدا کر دیا ہے اور ملّا و مسٹر کو دو خانوں اور دو گروہوں میں تقسیم کر کے دین وسیاست کی جو حد فاصل قائم کر دی ہے اسے ختم کیا جائے خواہ اس کے لیے اسارتِ مالٹا کی صعوبتیں برداشت

بقیہ صـ ۱۰

انٹرویو

اشفاق ہاشمی

بلوچستان کے عوام کو آئین پر عمل درآمد کی ضمانت دی جائے

پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کے صدر جناب محمد زمان خان اچکزئی سے حال ہی میں لیا گیا انٹرویو ---------

بلوچستان پاکستان کا وہ بدنصیب خطہ ہے جہاں کے عوام برطانوی استعمار سے نجات کے بعد بھی آزادی کی نعمت سے محروم چلے آرہے ہیں۔ بلوچستان سے پہلی بڑی بے انصافی یہ کی گئی کہ آزادی کے بعد اسے صوبائی حیثیت نہیں دی گئی بلکہ انگریزوں کے دور کی طرح اسے مرکز کے زیرانتظام رکھا گیا۔ ۲۳ سال کی طویل مدت کے بعد جنرل یحییٰ خان کے ذریعہ بلوچستان کو صوبائی درجہ دینے کا اعلان کیا اور ۱۹۷۰ میں پہلی بار بلوچستان کے عوام نے بالغ رائے دہی کے تحت اپنے نمائندے منتخب کیے اور سقوط ڈھاکہ کے المیے کے بعد ایک طویل جدوجہد کے نتیجہ میں پہلی بار بلوچستان کے عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کو اقتدار منتقل کیا گیا۔ مگر عوامی نمائندوں پر مشتمل حکومت کا یہ دور بہت مختصر عرصہ تک قائم رہ سکا۔ صرف ساڑھے نو ماہ کی مختصر مدت کے بعد مرکز میں برسراقتدار پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت مسٹر بھٹو نے اپنے پالتو تخریب کاروں کے ذریعہ مصنوعی فسادات کی آڑ میں بلوچستان کی جمہوری اور آئینی حکومت کو بلاوجہ برطرف کر دیا اور بلوچستان کے عوامی نمائندوں کو جیلوں میں ڈال دیا، یا اپنے پالتو غنڈوں کے ذریعہ شہید کروا دیا اور فوجی عمل کے ذریعہ سیاسی عمل کا راستہ مسدود کر دیا، چنانچہ بلوچستان کے عوام نفرت، غصے، عوامی حقوق کی پامالی کی وجہ سے قریبی پہاڑوں پر چلے گئے اور عوامی حقوق کی بازیابی کے لیے جدوجہد میں مشغول ہو گئے۔ ہزاروں لوگ ہمسایہ ملک افغانستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے، مگر یہ حقیقت ہے کہ بھٹو حکومت کے پانچ سالہ دور میں بلوچستان کے عوام نے بڑی جرات بے خوفی اور پامردی سے جمہوریت کی بحالی اسمبلیوں کی بالادستی آئین اور قانون کی حکمرانی، عزت نفس کے حصول، انسانیت کے احیاء بنیادی حقوق کی بحالی کا علم بلند رکھا اور جب جمہوریت اور انسانی حقوق کی یہ جدوجہد دوسرے صوبوں تک پھیل گئی تو پوری قوم نے بھٹو آمریت سے نجات پائی۔ بھٹو حکومت کی برطرفی کے بعد عبوری فوجی حکومت نے اس بات کا اعتراف کیا کہ بلوچستان کا مسئلہ خالص سیاسی مسئلہ ہے اور عبوری حکومت کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق نے طویل غور و خوض کے بعد بلوچستان کے سیاسی اسیروں کو باعزت طور پر رہا کیا۔ ان کے خلاف قائم کیے گئے مقدمات واپس لیے۔ بلوچستان سے ترک وطن کرنے والوں کے لیے عام معافی کا اعلان کیا۔

عبوری حکومت کے ان اقدامات سے کیا بلوچستان کا مسئلہ حل ہونے میں مدد ملی ہے؟۔ بلوچستان کا مسئلہ ہے کیا، کیا بلوچستان میں تارکین وطن کی واپسی شروع ہو گئی ہے؟ پانچ سال تک عوام پر کیے گئے مظالم کی یادیں اتنی جلدی محو ہو جائیں گی؟۔

انہی سوالات کو ذہن میں لیے ہوئے گزشتہ دنوں بلوچستان قومی اتحاد کے صدر اور جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام اور سابق سینیٹر جناب حاجی محمد زمان خان صاحب اچکزئی سے ملاقات کا موقع ملا۔ خان صاحب جمعیۃ کی مرکزی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لیے لاہور آئے ہوئے تھے۔ اگرچہ وہ خاصے مصروف تھے اور ان کا قیام بھی یہاں بڑا مختصر تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے میرے بعض سوالات کے جوابات دیئے ہیں۔

جناب محمد زمان خان اچکزئی گو اپنے پیچھے ایک طویل سیاسی داستان رکھتے ہیں، لیکن پچھلے ۴۰ سالہ دور میں نیپ اور جمعیۃ کی صف اول کی صوبائی قیادت کے جیل چلے جانے کے باعث بلوچستان میں جمہوریت کی بحالی اور آمریت کے خاتمہ کے لیے چلائی گئی تحریک کی قیادت ان ہی کے ہاتھ میں رہی اور انہوں نے نہایت دانشمندی اور سیاسی تدبر سے لوگوں کے جذبات کو نفرت کی بجائے محبت کی طرف اور انتہا پسندی کا راستہ روکا۔ اس دوران انہیں سیاسی اتار چڑھاؤ اور حالات کو بڑے قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اس لیے ان کے خیالات بلوچستان کے مسئلے کو سمجھنے کے لیے بڑی مدد دے سکتے ہیں۔

"بلوچستان کا مسئلہ کیا ہے"؟

خان صاحب نے میرے اس سوال کے جواب میں کہا:

"بھائی بلوچستان پاکستان کا لازمی حصہ ہے۔ بلوچستان کا مسئلہ ملک کے باقی مسائل سے قطعاً جدا نہیں ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ بلوچستان اپنی جغرافیائی حیثیت اور معدنی وسائل کے اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اس وجہ سے یہ ہمیشہ عالمی سیاستدانوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ بلوچستان میں ہونے والے واقعات اور ان کے نتائج بڑے دوررس اثرات کے حامل ہو سکتے ہیں۔ یوں تو پیپلز پارٹی کی حکومت نے اپنے دور اقتدار میں پورے ملک میں جمہوری، آئینی اور اخلاقی قدروں کو پامال کیا، لیکن اس نے سب سے پہلے جمہوریت کشی اور عوامی حقوق غصب کرنے کی ابتدا بلوچستان سے کی، وہاں کی منتخب قیادت کو جیلوں میں ڈال دیا یا پھر بے دردی سے قتل کروا دیا جس کے نتیجے میں بلوچستان میں زبردست سیاسی بحران نے جنم لیا اور پھر بلوچستان میں فوجی کارروائی کی گئی جس سے ہزاروں لوگ

متاثر ہوئے، لوگ ترکِ وطن کرنے پر مجبور ہو گئے اس موقع پر بلوچستان میں غیر ملکی مداخلت کا زبردست اندیشہ ہو سکتا تھا، مگر وہاں کی قیادت نے نہایت حب الوطنی، دیانت داری اور تحمل سے عوام کی اس جدوجہد کا رُخ جمہوری حقوق کی جدوجہد کی طرف موڑ دیا اور آج بلوچستان کے عوام کا سر فخر سے اونچا ہے کہ آمریت اور ظلم و تشدد کے خاتمے کے لیے سب سے پہلے تحریک کا آغاز انہوں نے کیا اور جب ملک کے باقی صوبوں کے عوام نے اس کا ساتھ دیا تو اس ملک کے عوام نے بھٹو آمریت سے نجات پائی۔"

خان صاحب سے میرا دوسرا سوال تھا کہ عبوری حکومت کے حالیہ اقدامات، حیدر آباد کے اسیروں کی رہائی۔ مقدمات کی واپسی، ترک وطن کرنے اور جمہوری جدوجہد میں شریک دوسرے لوگوں کے لیے عام معافی کے اعلان سے بلوچستان کے مسئلے کے حل ہونے میں واقعی مدد ملے گی؟

خان صاحب نے کہا:

"کیوں نہیں! فوجی حکومت کے یہ اقدامات قابل تحسین ہیں اور ان کا اعلان سب سے پہلے ہو جانا چاہیے تھا، تاہم یہ ابتدائی کارروائی ہے، بلوچستان کا مسئلہ صرف یہی نہیں کہ سیاسی اسیروں کو رہا کیا جائے بلکہ ان ہزاروں لوگوں کی واپسی اور آباد کاری کا مسئلہ ہے جو ظلم و تشدد کی وجہ سے ترکِ وطن کر کے افغانستان جرمنی اور کئی دیگر ممالک میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے۔ اور اب واپس آرہے ہیں اور پھر بلوچستان کے نوجوانوں کے مشتعل جذبات کو سمجھنے کے لیے سنجیدہ رویّہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ کاروبار حکومت میں ان کو شرکت کا احساس دلانے کے لیے جمہوری حکومت کا قیام ضروری ہے اور پھر بلوچستان کے عوام کو آئین پر صحیح عمل درآمد کی ضمانت دی جانی چاہیے۔

بلوچستان میں محاسبے اور بدعنوانیوں کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں خان صاحب نے کہا:

"ان لوگوں کا محاسبہ بہت ضروری ہے۔ جنہوں نے عوام کے معاشی، سیاسی اور قانونی حقوق پر ڈاکہ ڈالا۔ محاسبے کی رفتار بہت سست ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان سیاسی قذاقوں اور لیڈروں کا فوری اور سخت ترین محاسبہ ہونا چاہیے جنہوں نے پچھلے پانچ سالہ دور میں عوام کے سیاسی حقوق غضب کرنے کے ساتھ ساتھ عوامی فلاح و بہبود پر خرچ ہونے والی بھاری رقوم خرد بُرد کیں اور بلوچستان معاشی ترقی میں مزید پیچھے رہ گیا۔

صوبائی خود مختاری کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے خان صاحب نے کہا:

"وہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں دی گئی صوبائی خود مختاری سے مطمئن ہیں، لیکن بدقسمتی کی بات ہے کہ اس آئین پر ایک دن بھی عملدرآمد نہیں کیا گیا، بلکہ سابق حکمرانوں نے غیر جمہوری ترامیم کے ذریعہ اس آئین کو مسخ کر دیا۔ اس لیے آئین میں کی گئی ترامیم کا فی الفور ختم کرنا ضروری ہے۔

بلوچستان میں نیپ جمعیت کی حکومت کے بارے میں اس الزام پر کہ انہوں نے پنجابی ملازمین کو یہاں سے نکالا۔ میرے سوال کے جواب میں خان صاحب نے کہا:

"یہ الزام قطعاً غلط ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی بار اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ اصل میں ۱۹۷۲ء میں نتھیا گلی میں صوبائی رابطہ کے وفاقی وزیر مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ کی صدارت میں گورنرز کانفرنس ہوئی تھی جس میں اس وقت کے پنجاب کے گورنر ملک غلام مصطفےٰ کھر نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت بلوچستان سے پنجابی ملازمین کی واپسی کا مطالبہ کیا، کیونکہ وہ وہاں پر نیپ جمعیۃ کی حکومتوں کو ناکام بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ سردار عطاء اللہ خان مینگل خود مختلف محکموں میں جا کر لوگوں کو روکتے رہے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اتنی مقدار میں تجربہ کار لوگوں کو واپس بلانے کا مطلب اُن کی حکومت کو ناکام بنانا ہے۔ اور پھر بلوچستان سے واپس جانے والے ملازمین صرف پنجاب ہی کے لوگ نہ تھے، بلکہ صوبہ سرحد اور سندھ سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے یہ محض ایک جھوٹا اور شر انگیز پروپیگنڈہ ہے کہ نیپ جمعیۃ کی حکومت صوبائی تعصب پھیلا رہی تھی۔

بلوچستان میں قومی اتحاد کے مستقبل کے بارے میں خان صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ:

"بلوچستان میں قومی اتحاد کا مستقبل روشن ہے۔ تحریک استقلال کی علیحدگی اور اکبر بگٹی کی اس میں شمولیت سے اتحاد کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں آیا۔ البتہ تحریک استقلال کے اکثر صوبائی عہدہ دار مستعفی ہو گئے ہیں۔ اور وہ اتحاد کے ساتھ ہیں۔

انہوں نے کہا کہ بلوچستان کے لوگ اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ نظام چاہتے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے بیش بہا قربانیاں دی ہیں۔ خان صاحب صاحب نے یاد دلایا کہ نیپ جمعیت کی حکومت کے دوران ۱۹۷۲ء میں ہائی کورٹ کے جج کی نگرانی میں لاء کمیشن قائم کیا گیا تھا جس کے مسودے سے معلوم ہوتا تھا کہ بلوچستان کے ۹۵ ٪ لوگ اسلام چاہتے ہیں۔ ہاں بعض لوگ روٹ پرمٹوں، لائسنسوں اور ناجائز دولت کے حصول کے لیے سیاسی نعرے لگا رہے ہیں۔ مگر ان کی کوئی سیاسی پوزیشن نہیں

دعوت نامہ

برائے شرکت اجلاس مجلس عمومی پنجاب

بحکم حضرت حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب
امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کو اطلاع دی جاتی ہے صوبائی مجلس عمومی جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کا اجلاس ۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۱ فروری ۱۹۷۸ء بروز منگل بوقت صبح ۱۰ بجے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ لاہور منعقد ہونا قرار پایا ہے آپ سے پر زور استدعا ہے کہ آپ وقت مقررہ پر تشریف لا کر قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں۔

ایجنڈہ

۱۔ گذشتہ کارکردگی کے سلسلے میں ناظم عمومی کی رپورٹ
۲۔ حسابات کے گوشوارے کی منظوری اور آئندہ میزانیہ
۳۔ تنظیمی امور پر غور وخوض۔
۴۔ ملکی تازہ ترین سیاسی صورت حال پر غور دیگر امور باجازت صدر

قاری نور الحق قریشی
ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام پنجاب

محمد یعقوب شیخ

نہتے مزدوروں پر گولیاں چلانا بربریت اور بہیمیت ہے

پاکستان قومی اتحاد ہر صورت میں قائم رہنا چاہیئے

ولی خان عظیم محب وطن ہیں : مفتی محمود

قومی اتحاد سے علیحدگی شہیدوں کے خون سے غداری ہوگی ۔ چوہدری ظہور الٰہی

امیر و غریب کو مساوی حقوق دیئے جائیں : ایس ایم ظفر

ون یونٹ کی کوئی ضرورت نہیں : گوہر ایوب

غیر ممالک کے طویل سفر اور تھکاوٹ کی وجہ سے قائد جمعیۃ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب جو بہت تھک گئے تھے اور عارضہ قلب کی شکایت اور تکلیف بھی محسوس کر رہے تھے دو ماہ کے مکمل آرام اور طویل علاج کے بعد آج دوپہر ملتان ہوائی اڈہ پر اترے تو شہریوں کی بڑی تعداد نے آپ کا استقبال کیا۔ اخبار نویسوں کے اصرار پر آپ تھوڑی دیر ٹھہر گئے اور سوالات کے جوابات دیئے۔

کالونی کا سانحہ

مفتی صاحب نے کہا کہ کالونی کے سانحہ سے مجھے بہت صدمہ ہوا۔ نہتے مزدوروں پر گولیاں چلانا بربریت اور بہیمیت ہے۔ میں چاہتا تھا کہ شہداء کے گھروں پر جا کر تعزیت کروں۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں میری صحت اس کی متحمل نہیں۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ جن لوگوں کے ہاتھ مزدوروں کے خون سے آلودہ ہیں ان کو سخت سزائیں دی جائیں کسی شخص کی حیثیت یا عہدہ کی بناء پر کوئی رعایت نہ کی جائے۔ اس واقعہ کی تحقیقات ہائی کورٹ کے جج سے کرائی جائے اور اس کی گہرائی معلوم کی جائے آخر کیوں مزدوروں کے خون سے ہولی کھیلی گئی؟

جمعیۃ علماء پاکستان

میرا دل چاہتا ہے کہ جمعیۃ علماء پاکستان اتحاد میں رہے۔ میں اتحاد کی صدارت سے مستعفی ہونے کے لئے تیار ہوں۔ قومی اتحاد ہر صورت میں قائم رہنا چاہئے۔ ہم ایسی تجاویز اور آراء کو بخوشی منظور کرلیں گے جو اتحاد کو برقرار رکھنے میں مفید ثابت ہوسکیں اور قومی اتحاد کے عمل میں کوئی رکاوٹ بھی نہ بن سکیں۔ اختلافات سے پوری قوم پریشان ہے اور مخالف قوتیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ تحریک نظام مصطفےٰ میں قومی اتحاد کے اکابرین پر قوم نے جو اعتماد کیا تھا یہ اعتماد بھی مجروح ہو رہا ہے۔ اگر یہ بے اعتمادی کی فضا قائم رہی تو اس کے نتائج کسی کے حق میں خوشگوار نہیں ہوں گے۔ میری دلی خواہش ہے کہ مصالحت کی کوشش کامیاب ہو اور ہم متحد رہیں۔ مصالحت کے بعد مرکزی کونسل کا اجلاس ہوگا اور انشاء اللہ تعالےٰ ہم ملک وملت کی بہتری کے لئے لائحہ عمل مرتب کریں گے۔

شراب کا گلاس

اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ حکومت شراب کی دکانیں کھول دے۔ شراب یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاں بھی جائز نہیں۔ شراب کا گلاس اٹھا کر بھی کسی کو دینا اسلام کے نزدیک لعنت ہے۔ امام کعبہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے میرے موقف کی تائید فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ میری رائے بھی یہی ہے کہ حکومت شراب کی دکانیں کھولنے کی اجازت نہ دے۔ کسی اسلامی ملک میں شراب کی فروخت جائز نہیں۔

دولت مشترکہ

دولت مشترکہ میں دوبارہ شمولیت کا مسئلہ بہت غور طلب ہے۔ اس میں تمام سیاسی جماعتوں کا اتفاق لازمی ہے۔ دولت مشترکہ میں دوبارہ شامل ہونے سے برطانیہ میں مقیم پاکستانی باشندوں کو فائدہ ہوگا۔ اور بہت سے خطرات بھی ہیں۔

جنرل ضیاء سے ملاقات

مفتی صاحب نے ایک خصوصی ملاقات میں جمعیۃ کے کارکنوں کو بتایا کہ میں نے جنرل صاحب پر واضح کر دیا ہے کہ ان کا طریق کار اپوزیشن کے لئے نقصان دہ ہے۔ حکومت سیاسی طرز عمل کو تبدیل کرے۔ بیرون ملک بھی مقیم پاکستانی بے شمار غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ احتساب کو جلد ختم کیا جائے اور اسی سال انتخابات کرائے جائیں۔ منتخب اسمبلیاں ہی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ حکومت کو زیادہ دیر تک جمے رہنے کی پالیسی سے گریز کرنا چاہیئے اس پالیسی سے ہی پہلی حکومتیں ناکام ہوئی ہیں جس قدر جلد ممکن ہو اقتدار عوامی نمائندوں کے سپرد کر دیا جائے۔

علماء کونسل کے وفد سے ملاقات

علماء کونسل کے جنرل سیکریٹری مولانا ابوالحسن قاسمی نے قومی اتحاد کو برقرار رکھنے کے عوامی مطالبہ پر زور دیا۔ مفتی صاحب نے بتایا اتحاد کا دارومدار جمعیۃ علماء پاکستان کے رویے پر ہے اور اگر اتحاد سے جمعیۃ علماء پاکستان الگ ہو بھی جاتی ہے تو اس سے اتحاد ٹوٹ نہیں جائے گا۔ باقی جماعتیں متحد رہیں گی۔

مولانا عبدالشکور دین پوری صدر مجلس تحفظ حقوق اہلسنت کا ایک خط بھی مفتی صاحب کو دیا گیا ہے جس میں قومی اتحاد کو برقرار رکھنے کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ طلباء کے ایک وفد نے بزم محمود کی سرپرستی قبول کرنے کی درخواست کی مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں

بزم شیخ الہند کا سرپرست تو ہو سکتا ہوں بزم محمود کا نہیں۔ طلباء نے حضرت مفتی صاحب کا مشورہ قبول کر لیا اور بزم کا نام تبدیل کر دیا گیا۔ بزم شیخ الہند مدرسہ قاسم العلوم کے طلبائ نے قائم کی ہے۔

سیاسی پابندیوں کے باوجود قانونی دائرے میں رہتے ہوئے ملتان میں سیاسی چہل پہل جاری ہے۔ اتحاد میں شامل تمام جماعتوں کے رہنماؤں نے ملتان آکر کارکنوں سے خطاب کیا۔ آج بھی مسلم لیگ کے رہنماؤں نے مختلف مقامات پر کارکنوں سے خطاب کیا۔ شیخ ظہور احمد کے مکان پر ایس ایم ظفر، گوہر ایوب اور چوہدری ظہور الٰہی نے خطاب کیا جبکہ حاجی مشتاق احمد انصاری کی جگہ پر ملک محمد قاسم، خواجہ صفدر اور مسلم لیگ کے دیگر رہنماؤں نے تقاریر کیں۔

جناب ایس ایم ظفر نے کہا کہ ملتان کے شہریوں نے بہت قربانیاں دی ہیں۔ میں ملتان کو سلام پیش کرتا ہوں۔ عوام کی بے مثال قربانیوں نے بھٹو کے سیاہ دور کو ختم کر دیا۔ اب مثبت اقدامات کی ضرورت ہے۔ امیر و غریب کو مساوی حقوق دیئے جائیں۔ معاشرے میں تفاوت نہ ہو۔ انصاف عام ہو، معاشی و اقتصادی حالت بہتر ہو۔

گوہر ایوب نے خطاب کرتے ہوئے کہا سندھ میں اب تک تقریباً ڈھائی لاکھ ایکڑ سرکاری زمین موجود ہے۔ یہ زمین ہاریوں کو مفت دی جائے تاکہ آباد ہو۔ ممتاز بھٹو، مصطفےٰ جتوئی، اور بھٹو کے علاوہ پیپلز پارٹی کے بہت سے وڈیروں کے پاس ہزاروں ایکڑ زمین موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب پاکستان میں ون یونٹ کی کوئی ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ون یونٹ اس وقت بنایا گیا تھا جب آبادی کے لحاظ سے مشرقی پاکستان کی آبادی زیادہ تھی۔ دونوں حصوں کو برابر رکھنے کیلئے ون یونٹ بنایا گیا تھا جو لوگ اب ون یونٹ کی بات کرتے ہیں وہ سیاست سے واقف نہیں۔

چوہدری ظہور الٰہی نے کہا بھٹو نے ملک اور قوم کو تباہ کیا بھٹو غدار ہے ولی خان عظیم محب وطن رہنما ہیں۔ جب ولی خان تین سال جیل میں گزار کر واپس آئے تو میں نے پوچھا اپنی زندگی کا سیاسی لائحہ عمل کیا بناؤ گے۔ اگر آپ کی خواہش ہو تو قومی اتحاد میں صدارت کا عہدہ بھی دیا جا سکتا ہے اور قومی اتحاد کی حکومت میں انکو وزیراعظم بھی بنایا جا سکتا ہے۔ ولی خان نے کہا میں ایک کارکن کی حیثیت سے کام کرونگا مجھے کسی عہدہ کی ضرورت نہیں۔

چوہدری صاحب نے کہا کہ ایک جنگ آپ لوگ جیت چکے ہیں اہم اور ضروری جنگ ابھی جیتنا باقی ہے۔ ہم ملک کو خوشحال بنائیں گے اور نظام مصطفےٰ نافذ کرینگے۔ آپ قومی اتحاد میں شامل ہو کر اس مقدس جہاد میں شریک ہو جائیں۔ پنجاب پر ذمہ داری زیادہ ہے۔ ایک دفعہ غلطی ہو چکی قیادت کے انتخاب میں پنجاب نے پھر غلطی کی تو ملک تباہ ہو جائیگا۔

جمعیۃ علماء اسلام ملتان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس اور قراردادیں

جمعیۃ علماء اسلام ضلع ملتان کی مجلس شوریٰ کا اجلاس آج دفتر ملتان سید خورشید عباس گردیزی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ درج ذیل قراردادیں منظور ہوئیں۔

۱۔ اجلاس پاکستان قومی اتحاد کے مرکزی رہنماؤں سے درخواست کرتا ہے کہ اتحاد کو اور زیادہ مضبوط اور مؤثر بنایا جائے باہمی اختلاف اور متضاد بیانات سے عوام میں مایوسی پھیلتی ہے۔ عوام نظام مصطفےٰ کے نفاذ کیلئے اتحاد کے رہنماؤں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنی متحدہ قوت سے نظام مصطفےٰ کو کامیاب کریں گے اور عوام جو اقتصادی و معاشی طور پر پریشان ہیں، کو نظام مصطفےٰ کی برکت سے اس مصیبت سے نجات ملے گی۔ بنا بریں اتحاد کے مرکزی رہنماؤں کا منصبی فریضہ ہے کہ وہ اتحاد کو برقرار رکھیں اور زیادہ مؤثر بنائیں۔

۲۔ شہر، قصبات اور دیہات میں گندم کے مختلف نرخ اور پالیسی سے دیہی عوام بہت مشکل میں ہیں۔ اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ دیہات میں گندم سپلائی کی جائے اور نرخوں کے تفاوت کو ختم کیا جائے۔ جن سینٹروں میں گندم موجود ہے قریبی دیہات میں انہی سینٹروں سے گندم مہیا کر دی جائے۔

۳۔ دیہی علاقوں میں جو اراضی برائے شاملات آبادی مختص کی گئی ہے فوری عوام کو الاٹ کر دی جائے اور کسی بھی شخص کو بے دخل نہ کیا جائے۔ مزارعین کی بے دخلیوں کو بھی روکا جائے۔ ہر مزارع کی کاشت بحال کی جائے۔

۴۔ جمعیت علماء اسلام ملتان کی ضلعی شوریٰ کا اجلاس کالونی ملز ملتان کے مزدوروں پر فائرنگ کی شدید مذمت کرتا ہے نیز حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فوری طور پر اس ظالمانہ تشدد کی باقاعدہ ہائی کورٹ کے جج سے تحقیقات کرائی جائے کیونکہ اس سے قبل کی گئی تحقیقات کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ نیز مارشل لاء حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملز انتظامیہ کے ذمہ دار افراد کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کیا جائے اور انہیں قرار واقعی سزا دی جائے۔ علاوہ ازیں ہر شہید کے ورثاء کو ایک لاکھ روپے ملز انتظامیہ کی طرف سے دلایا جائے اسی طرح زخمی مزدوروں کو دس ہزار فی کس معاوضہ دیا جائے۔

۵۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ کے دوران قائم کئے گئے مقدمات ابھی تک حکومت کے اعلانات کے باوجود واپس نہیں کئے گئے۔ ضلعی شوریٰ کا اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ مارشل لاء انتظامیہ کے احکامات کی تعمیل نوکر شاہی نہیں کر رہی ہے جس کی وجہ سے عوام میں بددلی پھیلتی جا رہی ہے لہٰذا تحریک کے دوران قائم کردہ تمام مقدمات فوراً واپس کئے جائیں چنانچہ خانیوال، دنیاپور، جہانیاں، تونسہ، کہروڑپکا اور لودھراں میں کارکنوں کے خلاف مقدمات کی باقاعدہ سماعت ہو رہی ہے اور پولیس تنگ کر رہی ہے۔

۶۔ ضلعی شوریٰ کا اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ مندرجہ ذیل سڑکیں پختہ کی جائیں تاکہ آمد و رفت کے سلسلہ میں دشواریاں ختم ہو سکیں۔

لودھراں تا کہروڑپکا روڈ، لکر مٹہ تا سالاروا ہن لودھراں تا جلالپور پیروالا، ملتان تا شجاع آباد روڈ (براستہ شجاع آباد روڈ)۔

۷۔ تلمبہ شہر میں واٹر سپلائی کا انتظام انتہائی ناقص ہے۔ شہر میں عفونت و گندگی اور بدبو ہر وقت موجود رہتی ہے اس سے عام وبا پھیلنے کا خطرہ ہر وقت لاحق رہتا ہے۔ ضلعی شوریٰ کا اجلاس مطالبہ کرتا ہے کہ صفائی کا فوراً انتظام کیا جائے۔

۸۔ مولانا غلام محمد صاحب جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام کہروڑپکا قومی اتحاد کی ناجائز طور پر قیام مارشل لاء تک زباں بندی کا حکم فوراً واپس لیا جائے۔

۹۔ ضلعی شوریٰ جمعیۃ علماء اسلام کا یہ اجلاس جنرل ضیاء الحق سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ احتساب کے عمل کی مدت کا فوراً اعلان کریں کہ یہ عمل کب تک جاری رہیگا۔ اسی طرح فوری طور پر عام انتخابات کی تاریخ کا اعلان کیا جائے تاکہ عوام میں شکوک و شبہات کی فضا ختم ہو سکے۔

۱۰۔ ضلعی شوریٰ کا اجلاس ضلع ملتان کے محکمہ خوراک سے مطالبہ کرتا ہے کہ موضع ممدال، موضع آہر بیلا موضع موضع گگر سٹہ کے ڈپو ہولڈر کا انتظام نااہل لوگوں کے ہاتھ میں ہے جس سے عوام کو چینی آٹا کی سپلائی میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ حکومت سے مطالبہ ہے کہ اچھے و اہل متم کے ذمہ دار حضرات کو ڈپو الاٹ کئے جائیں نیز دیہاتوں میں سستی چیزیں بہم پہنچانے کیلئے یوٹیلٹی سٹور قائم کئے جائیں۔

۱۱۔ ضلعی شوریٰ کا اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی بسیں ملتان تا کہروڑپکا براستہ بستی ملوک، دنیاپور چلائی جائیں تاکہ عوام کو سفر کی سہولتیں حاصل ہو سکیں۔

۱۲۔ ضلعی شوریٰ کا اجلاس حکومت سے پرزور مطالبہ کر رہا ہے کہ گگڑھا اور ہاگہ، ٹبہ مخدوم پور پہوڑاں میں مڈل سکولوں کو ہائی سکول بنائے جائیں۔ نیز سالار واہن میں پرائمری سکول سے بڑھا کر مڈل سکول بنایا جائے تاکہ دیہی علاقوں میں تعلیمی معیار بڑھ سکے۔

مفتی سید عبدالشکور ترمذی مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال

دینی مدارس اور ان کا نصابِ تعلیم

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں!
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بڑھ کر سہرا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام اور اس کی تمام تعلیمات کا منبع اور سرچشمہ قرآن مجید ہی ہے۔ مگر چونکہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور اسکی فصاحت و بلاغت بھی نقطہ عروج پر پہونچی ہوئی ہے جس تک رسائی انسانی قویٰ کے لیے محال ہے۔ اس لیے قرآن مجید کی مراد کا بیان کرنا حسب ارشادِ ربانی لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (ترجمہ) تاکہ آپ بیان کر دیں اس کو جو نازل کیا گیا ہے۔ ان کی طرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا گیا۔ آپ کے بیان کے بغیر مرادِ خداوندی کا یقینی علم حاصل نہیں ہو سکتا اس لیے قرآن فہمی اور مراد خداوندی پر اطلاع کے لیے حدیث کی بھی ضرورت ہے۔ پھر چونکہ فقہ قرآن و حدیث سے حاصل شدہ مجموعہ کا نام ہے۔ محض تخیلاتِ انسانی اور ذاتی قیاس آرائی کا نام نہیں ہے۔ جیسا کہ غلط فہمی سے سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس لیے قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے لیے علم فقہ بھی ضروری ہے۔ امت پر فرض ہے کہ وہ ہر زمانے میں اپنی قدرت و استطاعت کے مطابق تعلیم کا ایسا نظم قائم رکھے جس سے ان تینوں علموں میں مہارت حاصل ہو کر تفقہ کا وہ درجہ حاصل ہو سکے جس کا پانا رکھنا امت پر فرض کفایہ ہے تعلیم کا ایسا انتظام کیے بغیر امت اس فرض کفایہ سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔

ہمارے دینی مدارس میں جو نصاب درس نظامی کے نام سے رائج ہے، اس میں حدیث تفسیر قرآن اور فقہ کی کتابوں کی تعلیم ہی اصل مقصد ہے اور باقی دوسرے علوم و فنون کی ایسی کتابیں ہیں جو ان تینوں علموں کی معاون اور مددگار ہیں۔ یہی وہ نصاب ہے جس کی تعلیم مسجد نبوی کے اندر اصحاب صفہ کو دی جاتی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت قرآن کے علاوہ تعلیم کتاب کے منصب پر بھی فائز تھے جو الفاظ قرآن کے معانی اور بیان احکام پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حدیث و فقہ کی تعلیم تھی۔ جوں جوں اسلام کی اشاعت کا سلسلہ پھیلتا گیا یہ سلسلہ تعلیم قرآن و سنت مع فقہ کے وسعت پکڑتا گیا، ہر جگہ عمال کے ساتھ مستقل معلمین بھی بھیجے جانے لگے اور مفتوحہ علاقوں میں مدارس جاری کر کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا۔ مسجدیں تعلیم گاہوں کے طور پر استعمال ہوتی تھیں جہاں مدرسہ کی ضرورت ہوتی وہاں نئی مسجد بنا دی جاتی تھی۔ انہیں قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جاتی۔ پھر پانچویں صدی ہجری سے تعلیم کے لیے مسجدوں سے الگ مستقل عمارتیں بنائی گئیں۔ اہل علم کے لیے تنخواہیں اور طلبہ کے لیے وظائف کا تقرر ہوا۔ ان معارف کے لیے بڑے بڑے اوقاف قائم کئے گئے۔ علاوہ ازیں حکومتِ وقت بھی ان کی کفالت کے لیے خصوصی انتظام کرتی تھی۔ بہر حال مختصر یہ ہے کہ زمانہ نبوی سے لے کر آج تک دینی مدارس کے نصاب تعلیم کی یہ خصوصیت اپنی جگہ پر قائم چلی آرہی ہے کہ اس میں قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اور دوسرے علوم و فنون کو تابع رکھا گیا ہے۔ سلطنت مغلیہ کے زمانے تک ہندوستان میں بھی یہ نظام تعلیم اسی نصاب کے ساتھ جاری رہا۔ اور سلطنت مغلیہ کے زوال سے ہمارا یہ صدیوں پرانا نظام تعلیم بھی برباد ہو گیا۔ سلطنت برطانیہ نے قرآن و حدیث اور فقہ سے جاہل رکھنے کے لیے اپنا نصاب تعلیم ملک میں جاری کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ اکثر نوجوانوں کے دلوں سے احترام مذہب بھی نکل گیا اور اعلانیہ طور پر مذہب کے لغو و بیکار ہونے کا اظہار کیا جانے لگا علماء کرام نے انگریزی نصاب کے اثرات سے بچانے اور دین اسلام کے تحفظ کے لیے ملک میں دینی مدارس کے قیام کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔

دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور وغیرہ اطراف ملک دینی مدارس، علماء کرام کی توجہات اور مساعی جمیلہ کا ثمرہ ہے۔ ان دینی مدارس میں بھی وہی درس نظامی رائج کیا گیا جو اب تک برابر رائج چلا آرہا ہے۔ گذشتہ صدیوں کے وہ تمام علماء وصلحاء جنہوں نے اس نصاب کے ذریعہ اپنی علمی تکمیل کی اور پھر تمام عمر اسی کی خدمت میں گذار دی۔ اس نصاب کے کامیاب اور مفید ہونے کی وہ واقعاتی اور تجرباتی دلیل ہے جس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ پاک و ہند میں گذشتہ صدیوں میں جس قدر علماء دین ہوئے ہیں ان کے علم و فضل پر سب کا اعتماد رہا ہے۔ کم و بیش اسی نصاب کے ذریعہ علم و فضل کے اس بلند مقام پر فائز ہوئے ہیں۔

ماضی قریب میں بھی اس نصاب سے استفادہ کرنے والوں میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ وغیرہ وغیرہ کے چند اسمائے گرامی نمونہ مشتے از خروارے کے طور پر پیش کیے جا سکتے ہیں۔

ایک ایسے نصاب تعلیم کے بارے میں ترمیم و تبدیل کا مشورہ نہ معلوم کس مقصد کے لیے دیا جا رہا ہے جس کی افادیت اور وجاہت کا عرصہ سے تجربہ ہو رہا ہے اور دینی مقاصد کے اصول میں یہ نصاب بے حد و حساب مفید ثابت ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ہمارے سامنے ایسے مدارس کی کئی مثالیں موجود ہیں جنہیں درس نظامی کے ساتھ زمانہ حاضر کی ضروریات کی تحصیل کے لیے نئے علوم کو داخل نصاب کیا گیا تھا۔ جس کا تجربہ مدرسہ عالیہ اور ڈھاکہ یونیورسٹی میں بھی ہو چکا ہے اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کا تو قیام ہی دینی اور دنیوی مقاصد کی تحصیل کے لیے ہوا تھا، مگر نتیجہ نکلا

کہ دنیوی مقاصد غالب آ گئے اور دینی مقاصد مغلوب ہو کر رہ گئے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ایسے نصاب کے ذریعہ دینی علوم کے ماہرین اور معیاری علماء تیار نہ ہو سکے جس طرح سے درس نظامی سے تیار ہوتے رہے ہیں۔ پھر بھی یہ نصاب وحی نہیں ہے، یہ صرف ایک تجرباتی چیز ہے، اگر تجربہ سے ثابت کر دیا جائے کہ دوسرا نصاب درس نظامی کی بہ نسبت دینی مقاصد کے حصول کے لیے زیادہ بہتر اور مفید ہے تو اس کے اختیار کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

لیکن ماضی کے تجربوں کے نتائج سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ درس نظامی کے اندر تبدیلی کے بعد یا اس میں عہد حاضر کی ضروریات کو داخل کرنے کے بعد دینی مدارس کے اصل مطلوبہ مقاصد پوری طرح ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔ ؎

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بڑھ کر سہرا

دینی مدارس کا اصل مقصد قرآن و حدیث اور تفسیر و فقہ دینی علوم میں کامل مہارت کا پیدا کرنا اور دین میں تفقہ کا معیاری درجہ حاصل کرنا ہے اور یہ مقصد محنت اور یکسوئی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تجربہ کار ماہرین تعلیم کا اتفاق ہے کہ تحصیل علم کے زمانے میں طالب علم کے لیے کسی دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہونا سخت مضر ہے۔ عقل و تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ایک وقت میں دو کاموں کی طرف پوری توجہ نہیں کی جا سکتی۔

جب دینی علوم کے ساتھ دنیوی علوم و فنون کو مقصود اور قبلۂ توجہ بنا لیا جائے گا تو علوم دینیہ میں کمال اور مہارت پیدا کرنے کی طرف پوری توجہ باقی نہیں رہ سکتی اور دینی مدارس کے قیام کا اصل مقصد کماحقہ ادا نہیں ہو سکتا، بلکہ تجربہ یہ ہے کہ درس نظامی میں مہارت پیدا کرنے کے بعد مولوی فاضل وغیرہ کے امتحان دے کر سرکاری اسکولوں میں ملازمت اختیار کر لینے سے بھی علم کا وہ معیاری درجہ باقی نہیں رہ سکتا اور سرکاری مدرسوں کے محدود نصاب تعلیم میں مشغول ہو کر اپنی علمی استعداد اور قابلیت کو گم کر دیا جاتا ہے

سرکاری مدارس کا نصاب پاکستان کے قیام کے بعد بجا طور پر یہ امید کی جا رہی تھی کہ انگریزی زمانہ کی یادگار نظام تعلیم و تربیت کو بدل کر اسلام کے تقاضوں کے عین مطابق بنا دیا جائے گا مگر افسوس کہ تئیس سال کا عرصہ گذر گیا یہ امید پوری نہ ہو سکی اور بدستور سابق ہمارے سرکاری مدرسوں میں لارڈ میکالے کی رُوح اپنا مقصد حاصل کرنے میں مشغول ہے۔ اس نصاب کے پروردہ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ تعلیمی ترقی کے اس دَور میں دینی مدارس کا کیا فائدہ ہے۔ اور یہ بات ان کی انگریزی سمجھ بُوجھ میں نہیں آتی کہ دینی مدارس کے ذریعے پیدا ہونے والے خالص ملا سے بھی ملک و ملت کی بقا اور تحفظ اسلام کا فریضہ انجام پا رہا ہے اور یہ کہ ان ملاؤں کا وجود بھی ملک و ملت کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ دوسرے مروجہ علوم و فنون کی درس گاہوں کا ملک میں ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔

جس طرح دنیا کی موجودہ حکومتوں نے اپنے اپنے ماہرین تعلیم کے لیے الگ الگ کالج قائم کیے ہوئے ہیں اور سب شعبوں کے لیے تعلیم کا یکجا انتظام ممکن نہیں اور نہ ہی ہر شخص کے لیے ہر شعبہ میں تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے، بلکہ جس شخص کو جس شعبہ اور فن کے ساتھ طبعی مناسبت اور دلچسپی ہوتی ہے وہ اپنے پسند کے کالج میں داخلہ لیتا ہے اور کسی کو بھی اس پر اعتراض نہیں ہوتا کہ تم نے ایک ہی کالج اور ایک ہی شعبہ میں تعلیم کیوں حاصل کی۔ اس طرح، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ملک و ملت کی بقا اور اسلام اور اسلامیات کے تحفظ کے لیے دینی مدارس کا تشخص اور اس کا موجودہ علیحدہ نظام اور طریق تعلیم قائم رہنا بہت ضروری ہے

اگر قیام پاکستان کے فوراً بعد سرکاری مدارس کے نصاب میں دینی علوم کو نہ صرف شامل بلکہ اس کو اوّلیت کا درجہ دے دیا جاتا تو اب حکومت کی طرف سے عدلیہ کے جج صاحبان کو کسی قانون کے خلاف شریعت ہونے کی صورت میں اس کو منسوخ کرنے کا اختیار دے دینے پر یہ مشکل پیش نہ آتی اور یہ سوال نہ کھڑا ہوتا کہ جب ہمارے قابل احترام جج صاحبان کو اسلامی قوانین سے کماحقہ واقفیت نہیں، تو وہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کیونکر کر سکتے ہیں؟ یہ اختیار دے کر ان کو ایک گونہ مشکل اور آزمائش میں ڈال دیا گیا ہے۔ اور ایسے کام کی انجام دہی کی ذمہ داری ان کو سونپ دی گئی ہے جو ان کی صلاحیت کار سے باہر ہے۔ اور حدود عمل سے خارج ہے۔

اگر کسی صاحب کا یہ خیال ہو کہ قانونِ ملکی کے ماہر ہونے کے ساتھ ہمارے جج صاحبان کو قانونِ شریعت میں بھی مہارت کا درجہ حاصل ہے تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ انگریزی اردو ترجموں یا عربی زبان کی واقفیت کے سہارے پر کسی فن میں مہارت کا دعویٰ کرنا درست نہیں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص ملکی قوانین کا از خود مطالعہ کر کے تجربہ کار جج صاحبان کے مقابلہ میں اپنی قانون دانی کا دعوے کرنے لگے۔ کیا کسی بھی عقل مند شخص کے نزدیک صرف مطالعہ سے حاصل شدہ معلومات کو معیاری درجہ کا علم قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کی بنیاد پر کوئی عدالت اس کے سپرد کی جا سکتی ہے؟

آخری گذارش یہ ہے کہ ملکی ضروریات میں جس طرح یہ بات داخل ہے کہ ہر شعبہ علم اور ہر فن کے ماہرین کی جماعت ملک میں ہو اور ان کے لیے الگ الگ کالج قائم ہوں، اسی طرح دینی مدارس کا اپنے خاص نصاب کے ساتھ باقی رکھنا بھی ملک و ملت کی ایک ضرورت اور اہم فریضہ ہے۔ اب اگر مروجہ نصاب کے ساتھ کسی کے نزدیک یہ دینی مدارس کسی قسم کی ہمدردی یا تعاون امداد کے حقدار نہیں ہیں اور ان کے نزدیک ان کا علیحدہ تشخص بھی ضروری نہیں ہے بلکہ وہ ان مدارس کے مستحق تعاون اور نظر عنایت کیلئے ضروری سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے نصاب میں مروجہ فنون کی پیوندکاری بھی ضروری ہے تو ہماری گزارش یہ ہے کہ اس پیوندکاری سے دینی مدارس کی انفرادی افادیت کو نقصان پہنچے گا اس کوشش سے ان کی [illegible]

بقیہ : اداریہ

کرنا پڑیں یا تختۂ دار کو چومنا پڑے۔ یہی وہ علماء تھے جنہوں نے فرنگی کے دور میں علماء میں سیاست میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کا حوصلہ پیدا کیا انہی علماء کی جرأت، بے باکی کا ثمرہ تھا کہ انگریز کے پشتینی ٹوڈی، ازلی کاسہ لیس اور مفاد پرست بھی انگریز کو رخصت سفر باندھتا دیکھ بلوں سے نکل آئے اور اسلام کے نام پر لادینیت کو فروغ دینے کا فریضہ انجام دیا اور مختلف شکلوں اور مختلف ناموں سے آج تک انجام دے رہے ہیں۔

ہم اس سفید جھوٹ پر یہی کہہ سکتے ہیں کہ ؎
افترا، بہتان، تہمت کس لیے؟
کچھ تو کرنا چاہیے خوفِ خدا

تحریر: محمد طیب کشمیری

سیاسیاتِ ہند ۔ علماء کا کردار

اور ـــــــ ایک غلطی کا ازالہ

مکرمی و محترمی جناب ایڈیٹر صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مسٹر اصفہانی کی کتاب کے حوالے سے جانباز مرزا نے اپنی کتاب کاروانِ احرار جلد دوم میں ایک واقعہ لکھا ہے جس سے اکابرین جمعیۃ علماء ہند کی اہمیت و وقعت کو گرانا مقصود ہے۔ جانباز مرزا نے نادانستہ طور پر اس کو نقل کیا ہے۔ قبل ازیں اس حوالے کو طلوعِ اسلام نے بھی شائع کیا اور عاشق حسین بٹالوی نے بھی اپنی کتاب میں اس کو جگہ دی ہے۔ اس سلسلہ میں راقم نے حقیقتِ حال کا تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے اور اصل صورتِ حال کو واضح کیا ہے۔ محترم زاہد الراشدی نے بھی کراچی کے دورے پر راقم سے کہا تھا کہ اس موضوع پر ایک مضمون فوراً لکھیں۔ امید ہے کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

فقط والسلام — محمد طیب کشمیری، خطیب سبیل مسجد گرومندر چوک، کراچی ۵

قبل ازیں کہ محترم قارئین کے سامنے ۳۷-۱۹۳۶ء کے انتخابات کی صحیح تصویر پیش کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۳۴ء کے مرکزی اسمبلی کے انتخابات کی تفصیل بھی ہدیہ ناظرین کی جائے جس کے دیکھنے اور سمجھنے سے ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں علماء کرام کے کردار پر روشنی بھی پڑے گی اور قارئین کو اصل صورتِ حال سمجھنے میں آسانی بھی ہوگی۔ چنانچہ ۱۹۳۴ء کے انتخابات کے متعلق سید طفیل احمد مرحوم منگلوری لکھتے ہیں۔

۱۔ "آخر ۱۹۳۲ء میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس کے جلسے لکھنؤ میں منعقد ہوئے تھے۔ اس کے دو سال بعد آخر ۱۹۳۴ء میں مرکزی اسمبلی کے انتخابات کا وقت آیا تو اسی آل آل مسلم پارٹیز کے کارکنوں نے ایک جماعت "مسلم یونٹی بورڈ" کے نام سے زیر صدارت راجہ سید احمد علی خان علوی راجہ سلیم پور قائم کر کے صوبہ متحدہ، صوبہ متوسط، صوبجات بہار و مدراس میں الیکشن لڑا۔ یونٹی بورڈ کے مقابلہ میں بعض صوبوں میں "مسلم لیگ پارلیمنٹری مجلس" کے نام سے ایک جماعت کھڑی ہوئی، مگر یونٹی بورڈ کے مقابلہ میں ناکام رہی۔ یونٹی بورڈ کی کامیابی میں جمعیۃ العلماء کا بھی بڑا حصہ رہا تھا۔ کامیابی کے بعد یونٹی بورڈ کے نمائندوں اور دوسرے مسلمان ممبروں نے مرکزی اسمبلی میں بسر کردگی محمد علی جناح کانگریس پارٹی کے ساتھ اتحادِ عمل کر کے مسلسل دو سال تک حکومت کو خوب خوب شکستیں دیں۔"

روشن مستقبل ص ۴۵۰، روحِ روشن مستقبل ص ۱۲۷

۱۹۳۴ء کے انتخابات اور ان کے نتائج کے پیشِ نظر مسٹر جناح جان چکے تھے کہ مسلم اسٹیٹ کے اتحاد کے بغیر خاطر خواہ کامیابی ناممکن ہے اور "مسلم پارلیمنٹری مجلس" کی ناکامی اور یونٹی بورڈ (جسکو جمعیۃ العلماء ہند کا خصوصی تعاون حاصل تھا) کی کامیابی کو دیکھ کر یہ بھی ان کو معلوم ہو گیا کہ کوئی بھی مسلم جماعت، علماء کرام کے تعاون و اشتراک کے بغیر خاطر خواہ کامیابی نہیں حاصل کر سکتی۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں مسٹر جناح نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ اب کہ "آل مسلم پارٹیز" "مسلم یونٹی بورڈ" کے بجائے "مسلم لیگ" کے نام سے انتخابات میں حصہ لیں اور علماء کرام خصوصی طور پر اس میں ہمارا تعاون فرمائیں۔ اس سلسلہ میں مسٹر جناح نے جہاں مسلم یونٹی بورڈ کے رہنماؤں سے تبادلۂ خیال کیا جمعیۃ علماء ہند کے مرکزی لیڈروں کے ساتھ بھی گفتگو کی۔ گفتگو کن امور پر ہوئی شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ اسکی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

۲۔ "مسٹر جناح نے ۱۹۳۶ء کے الیکشن کے لئے جمعیۃ علماء ہند سے اتحاد و تعاون چاہا۔

وہ زمانہ ولنگٹن کی حکومت کا تھا اور آزادی خواہ جماعتوں کی ہر قسم کی غیر قانونی جدوجہد پر سخت قانونی پابندیاں عائد تھیں مسٹر جناح نے ہم سے چند گھنٹے گفتگو کی اور درخواست پر زور دیا اور کہا کہ میں ان رجعت پسندوں سے عاجز آگیا ہوں اور ان کو رفتہ رفتہ لیگ سے خارج کر کے آزاد خیال اور ترقی پسند لوگوں کی جماعت بنانا چاہتا ہوں تم لوگ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ہم نے عرض کیا کہ اگر آپ ان لوگوں کو خارج نہ کر سکے تو کیا ہو گا تو فرمایا کہ اگر میں ایسا نہ کر سکا تو میں تم لوگوں میں آجاؤں گا اور لیگ چھوڑ دونگا۔ اس پر مولانا شوکت علی مرحوم اور دیگر حضرات نے اطمینان کیا اور تعاون کرنے پر تیار ہو گئے۔

مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۶۰ / ج ۱

اپنی خیالات کا اظہار مسٹر جناح نے مسلم یونٹی بورڈ کی مجلسِ عاملہ کے دوسرے دن کے اجلاس میں بھی کیا۔ مسلم یونٹی بورڈ کے اجلاس کی کارروائی اور مسٹر جناح کی گفتگو کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سید طفیل احمد مرحوم لکھتے ہیں۔

"اس کے بعد (یعنی مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے بعد) جبکہ صوبوں کی اسمبلیوں کے انتخابات کا وقت آیا تو شروع سنہ ۳۶ء میں یونٹی بورڈ کی مجلسِ عاملہ نے دہلی میں ایک اجلاس منعقد کیا۔ اس میں مسٹر جناح کی طرف سے مسٹر عبدالمتین چوہدری نے کہا کہ بجائے یونٹی بورڈ کے مسلم لیگ کے نام سے الیکشن لڑائے جائیں اور اس پرانی جماعت کو مضبوط کیا جائے۔ دوسرے روز قرول باغ
۳۔ میں مولانا شوکت علی کے مسکن پر اس بارہ میں مفصل مشورہ ہوا جس میں یونٹی بورڈ، مسلم لیگ اور جمعیۃ العلماء کے خاص خاص ارکین شامل تھے۔ اس میں یہ بحث پیش آئی کہ جو لوگ اپنا مسلک کامل آزادی رکھتے ہیں وہ مسلم لیگ کے ممبر کس طرح بن جائیں۔ اس پر مسٹر جناح نے کہا کہ جو لوگ آگے ہیں ان کا پیچھے والوں کے ساتھ شامل ہو جانا کوئی قابل اعتراض عمل نہیں ہے۔ ہم لوگ آپ کے پیچھے چلیں گے۔ اس وقت حاضرین میں سے ایک صاحب نے کہا کہ آپ سنہ ۱۹۲۰ء میں بھی تو ہمارے ساتھ تھے اب اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آئندہ بھی آپ ساتھ رہیں گے۔ مسٹر جناح نے فرمایا کہ "نہیں میں اب ساتھ سے نہیں ہٹوں گا۔" اسی سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ "میں آزادی خواہ طاقتوں کی حمایت کروں گا خود غرض، سرکار پرستوں اور سرکاری عنصر کو مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ میں نہ لوں گا۔۔۔ اور مذہبی معاملات میں ہر فیصلہ علماء ہند کی رائے کے مطابق کروں گا۔ اگر اس سے معذور رہا تو مسلم لیگ چھوڑ کر آزادی خواہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کروں گا۔"

ان معاہدوں کے بعد قرار پایا کہ بجائے مسلم لیگ کے "مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ" الیکشن کی غرض سے قائم کیا جائے جس میں تمام مسلم جماعتیں شریک ہوں۔"

روحِ روشن مستقبل ص ۱۲۷-۱۲۸

اس کے بعد

"۱۲ اپریل ۳۶ء کو بمبئی میں مسلم لیگ کا اجلاس بصدارت سر سید وزیر حسن منعقد ہوا جس میں حسب فرمائش مسٹر جناح جمعیۃ العلماء کے ناظم مولانا احمد سعید صاحب
۴۔ اور سید محمد احمد کاظمی بھی شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں مولانا احمد سعید ناظم جمعیۃ العلماء کی تحریک پر مسٹر جناح کو کامل اختیار دیا گیا کہ وہ پارلیمنٹری بورڈ کے ممبر خود نامزد کریں مگر جو ممبر انہوں نے نامزد کئے ان میں رجعت پسند اصحاب کی کمی نہ تھی مگر اس وقت آزادی خواہ لوگوں نے (حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے) اسکو گوارہ کر لیا۔"

روحِ روشن مستقبل ص ۱۵۱، روحِ روشن مستقبل ص ۱۲۹

غرضیکہ جمعیۃ علماء ہند اور دیگر آزادی خواہ جماعتوں نے سنہ ۳۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے پوری محنت، جدوجہد اور دیانتداری سے کام کیا اور جانی ومالی اور قولی وفعلی تعاون کیا اور مسٹر جناح کی درخواست پر جمعیۃ علماء ہند کے خصوصی تعاون واشتراک سے تیس سالہ مردہ لیگ کو دوبارہ زندہ اور مضبوط کیا گیا۔ اس تعاون وتناصر اور مردہ لیگ کے دوبارہ زندہ ہونے کا ایک مشہور مسلم لیگی کے زبانی اقرار کے متعلق حضرت مدنیؒ لکھتے ہیں

"چنانچہ ہم نے پورا تعاون کیا اور تقریبًا پونے دو مہینے کی رخصت بوضع تنخواہ، دارالعلوم سے لی اور اتنی جدوجہد کی کہ اگریکلچرسٹ پارٹی اور دوسرے رجعت پسند امیدواروں کو شکست ہوئی اور تیس یا اس سے زاید ممبر لیگ کے کامیاب ہوئے جس پر چوہدری خلیق الزماں نے مجھ کو ایک خط میں لکھا کہ تیس برس کی مردہ لیگ کو تو نے زندہ کیا۔ ہم نے لیگ کا تعارف عام
۵۔ مسلمانوں سے کرایا اور لیگ کی آواز کو ہر جگہ پہنچایا۔ اس وقت مسٹر جناح نے جمعیۃ کا تیار کیا ہوا مینی فسٹو قبول کیا اور (اخبار) تیج میں شائع کیا جس کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ اسمبلیوں اور کونسلوں میں اگر خالص مذہبی مسئلہ پیش ہوگا تو جمعیۃ علماء ہند کی رائے کو خاص وقعت اور اہمیت دی جائے گی۔"

مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۶۱ / ج ۱

مینیفسٹو کے بارے میں پروفیسر محمد خلیل اللہ اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"لیگ نے اپنا انتخاب نامہ (الیکشن مینی فسٹو) شائع کیا جس میں کہا گیا کہ اسمبلیوں میں مسلم لیگی ارکان مذہبی
۶۔ معاملات میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے سلسلہ میں جمعیۃ علماء ہند کی رائے اور فیصلوں کو پوری وقعت دیں گے۔"

تحریک پاکستان ص ۲۵۲

از پروفیسر محمد خلیل اللہ وائس پرنسپل اردو کالج کراچی

اب ہم سنہ ۳۷ء کے یو۔پی کے انتخابات کا پورا نقشہ مشہور مسلم لیگی لیڈر چوہدری خلیق الزماں مرحوم کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں جو نہ صرف اس انتخابی مہم میں شریک تھے بلکہ انتخابی مصارف واخراجات کے نگران بھی تھے وہ اپنا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے

ہوئے رقمطراز ہیں۔
"ہماری خوش قسمتی سے مولانا شوکت علی خلافت
کے مایہ ناز لیڈر اس وقت زندہ تھے انہوں
نے مفتی عنایت اللہ اور مولانا جمال میاں
کی معیت میں پورے صوبہ کا دورہ کیا۔
مولانا حسین احمد، مولانا احمد سعید، مولانا
حامد بدایونی اور مولانا کرم علی نے مسلم
پارلیمنٹری بورڈ کی حمایت میں سارے صوبہ
کی خاک چھان ڈالی۔ ان دوروں کے سلسلہ
میں مجھے کثیر صرف برداشت کرنا پڑا —
۷۔ علاوہ ازیں ہمارے مسلم بورڈ کے امیدوار
اپنے حلقوں میں تو بہت ہر دلعزیز تھے لیکن
ان میں سے بہت لوگ خود اپنے الیکشن کا
خرچ برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لئے
مجھے ان کو بھی مالی اعانت دینی پڑی اور
جب مسلم الیکشن فنڈ ختم ہو گیا تو میں نے بنک
سے پرونوٹ لکھ کر وقتاً فوقتاً بیس ہزار
روپیہ قرض لیا۔

شاہراہ پاکستان ص ۶۱۸

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں
"میں نے جو قرض لیا تھا اس کو میرے
۸۔ بزرگ محمد نسیم صاحب میرے ماموں نے
مع سود ادا کر دیا۔"

ایضاً ص ۱۳۵، ۱۳۶

آگے لکھتے ہیں
"ہمارے ۳۶ نمائندوں میں ۲۹ نمائندے
کامیاب ہوئے یعنی تقریباً ہم کو اسی فیصد
۹۔ کامیابی ہوئی۔ کانگریس ٹکٹ پر کوئی
مسلمان یو۔پی سے کامیاب نہ ہوا۔

ایضاً ص ۶۱۸

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات صاف اور مستند
ہو گئی کہ مسٹر جناح اور اکابرین جمعیت کے درمیان ہونے
والی گفتگو یا مسلم یو۔پی بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس
میں جس میں جمعیۃ کے مرکزی رہنما بھی موجود تھے، مسٹر جناح
کی گفتگو کے دوران اکابرین جمعیت کی طرف سے کسی قسم
کی رقم کا مطالبہ یا مسٹر جناح کی طرف سے اس کے انکار سے
جمعیۃ کی علیحدگی کا ذکر تک نہیں۔ نیز حضرت مدنی رح اور
چوہدری خلیق الزماں کی عبارات سے یہ بات بھی بخوبی
معلوم ہو گئی کہ ۳۶ء کے انتخابات میں بغیر کسی لالچ و
رغبت کے جمعیۃ کا پورا تعاون مسلم لیگ کے ساتھ رہا
اور جمعیۃ کی مساعی سے مردہ لیگ کو زندہ اور روشناس
کرایا گیا اور بقول چوہدری خلیق الزمان حضرت مولانا
حسین احمد مدنی رح اور حضرت مولانا احمد سعید رح صاحب نے
دیگر علماء کی معیت میں مسلم پارلیمنٹری بورڈ کی حمایت میں
پورے صوبہ یو۔پی کی خاک چھان ڈالی جس کے نتیجے
میں کم و بیش تیس ارکان لیگ کامیاب بھی ہوئے۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ جب اکابرین جمعیۃ نے
مسٹر جناح کی درخواست پر مسلم لیگ سے تعاون و اشتراک
بھی کیا اور اپنے تعاون سے تیس سالہ مردہ لیگ کو
حیاتِ نو بھی بخشی اور جہد مسلسل سے کم و بیش تیس ارکان
لیگ کو کامیابی سے بھی ہمکنار کیا تو پھر بعد میں لیگ
سے علیحدگی کیوں اختیار کی؟ اس کے اسباب و عوامل
کیا ہیں؟
چنانچہ مسلم لیگ سے علیحدگی کے اسباب و محرکات
بیان کرتے ہوئے حضرت مدنی رح لکھتے ہیں
"مگر افسوس کہ لیگ نے کامیاب ہونے
کے بعد پہلے ہی اجلاس لکھنؤ میں اپنے
عہود اور اعلانات کو توڑ دیا اور ان
رجعت پسند، خوشامدی، انگریز پرست
لوگوں کو لیگ پارٹی میں داخل کرنے کے
خواستگار پُرزور طریقہ پر ہوئے جن کو
خارج کرنے کا اعلان کیا گیا تھا اور ان
کی پُرزور مذمت کر رہے تھے اور جن کے
۱۰۔ متعلق ہر شخص کو معلوم تھا کہ ہمیشہ ان کی
زندگی قومی تحریکات کی مخالفت اور
انگریز پرستی میں گزری ہے۔ ان سے
وہیں کہا گیا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا
کہ ان لوگوں کو نکال دیا جائے گا اور آج
ان کو لیگ میں لانے اور پارٹی میں ان کو
جگہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں تو بگڑ
کر کہا کہ وہ پولیٹیکل وعدے تھے۔ علاوہ
اس کے اور متعدد اعمال خلاف اعلان
عہود کئے جس کی بنا پر سخت مایوسی ہوئی
اور بجز علیحدگی اور کوئی صورت سمجھ میں
نہ آسکی انہوں نے مرکزی اسمبلی میں
شریعت بل پاس نہ ہونے دیا۔ قاضی
بل کی سخت مخالفت کی، انفساخ نکاح
کے متعلق غیر مسلم حاکم کی شرط کو قبول کرا لیا
آرمی بل پاس کیا وغیرہ وغیرہ

مکتوبات شیخ الاسلام ص ۳۶۱ ج ۱

عبارت بالا کی توضیح، جمعیۃ اور مسلم لیگ کے
باہمی اختلاف اور جمعیۃ کی مسلم لیگ سے علیحدگی کے
ایک اور سبب کی نشاندہی کرتے ہوئے مرزا غلام نبی
جانباز لکھتے ہیں
انتخابات ختم ہونے پر مارچ ۱۹۳۷ء میں
مسلم لیگ پارلیمانی پارٹی کا جو پہلا
اجلاس ہوا۔ اس میں تمام رجعت پسند
ممبران شامل ہوئے۔ اس پر جمعیۃ علماء ہند
نے اعتراض کیا کہ جمعیۃ علماء اور مسلم لیگ
کا سمجھوتہ اس بنیاد پر تھا کہ مسلم لیگ سے
۱۱۔ تمام رجعت پسند عناصر کو نکال دیا جائے
گا تو آج انتخابات کی کامیابی کے بعد ایسے
عناصر کو پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں
شامل کرنا اپنے وعدوں سے انحراف
کرنا ہے۔"

حیات امیر شریعت ص ۲۱۲

اس کے بعد
"یکم اپریل ۱۹۳۷ء کا دن ایکٹ ۱۹۳۵ء
کے نفاذ کا دن تھا۔ کانگریس اور جمعیۃ علماء
کے درمیان اس ایکٹ کے خلاف ہڑتال
کرنے کا فیصلہ تھا لیکن محمد علی جناح نے
مسلم لیگ کی تمام شاخوں کو حکم دیا کہ
وہ اس ہڑتال میں حصہ نہ لیں اس پر
جمعیۃ علماء نے قائداعظم سے دریافت
۱۲۔ کیا کہ جب تمام سیاسی جماعتوں نے اس
ایکٹ کی مخالفت کا فیصلہ کیا ہے تو
آپ نے اس علیحدگی کا کیوں اعلان کیا
اس پر صدر مسلم لیگ نے اپنے ایک پریس
بیان میں کہا کہ جمعیۃ علماء الیکشن میں
مسلم لیگ سے اشتراک کر چکی ہے تو انہیں
کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ پارلیمانی پارٹی
کے فیصلوں پر اعتراض کریں۔ اس
بیان کا شائع ہونا تھا کہ جمعیۃ علماء نے
مسلم لیگ سے عہد شکنی کی بناء پر علیحدگی

کا اعلان کر دیا۔"

ایضاً ص ۲۱۲

ہڑتال میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کیا پارلیمانی پارٹی کا تھا یا مسٹر جناح کا اپنا ذاتی فیصلہ تھا؟ نیز کیا مسلم لیگ نے ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت نافذ شدہ جدید آئین کو قابل عمل قرار دیا تھا یا اس کو مسترد اور ناقص قرار دے چکی تھی؟ اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سید طفیل احمد مرحوم لکھتے ہیں

"یکم اپریل کا دن کانگریس (اور دیگر آزادی خواہ جماعتوں) نے جدید آئین کے نفاذ کے خلاف عام ہڑتال کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔ مسٹر جناح پریذیڈنٹ مسلم لیگ نے بغیر مسلم لیگ کی کونسل میں پیش کئے خود اپنی مرضی اور اپنے حکم سے اعلان کر دیا کہ مسلمان اس ہڑتال میں شریک نہ ہوں

۱۳۔ درآنحالیکہ خود مسلم لیگ جدید آئین کو ناقص قرار دے چکی تھی اس اعلان سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور جمعیۃ علماء کے لوگوں نے اور بہت سے مسلمانوں نے ہڑتال میں حصہ لیا۔"

روشن مستقبل ص ۲۵۳، روح روشن مستقبل ص ۱۳۰

اب مسلم لیگ کی وہ قرارداد ملاحظہ فرمایئے جس کے ذریعہ اس جدید آئین کو ناقص قرار دیا گیا تھا اور اس کے خلاف غم و غصہ کا اظہار بھی کیا گیا تھا اس کی وضاحت کرتے ہوئے عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں۔

"۱۲ اپریل کو جب آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس سر وزیر حسن کی زیر صدارت بمبئی میں منعقد ہوا تو وہاں بھی آل انڈیا فیڈریشن کے خلاف ایک قرارداد منظور کی گئی جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

درحالیکہ مسلم لیگ فرقہ وارانہ فیصلے (کمیونل ایوارڈ) کو اس وقت تک کے لئے قبول کرتی ہے جب تک کہ متعلقہ فرقوں کے درمیان اس فیصلے کا کوئی بدل منظور نہیں کیا جاتا۔ لیگ پوری شدت سے اس آئین کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتی ہے جو گورنمنٹ

۱۴۔ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی صورت میں باشندگان ہند کی مرضی کے خلاف اور اس امر کے علی الرغم کہ ملک کی متفرق جماعتیں اور انجمنیں اس ایکٹ کے خلاف ناراضی کا اظہار کر چکی ہیں ہندوستان پر مسلط کیا جا رہا ہے۔"

ہماری قومی جدوجہد مئی ۱۹۳۶ء سے دسمبر ۱۹۳۸ء تک ص ۱۶۰، ص ۱۶۱

اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ جب مسلم لیگ نے اپنے اجلاس بمبئی میں ایک قرارداد کے ذریعہ ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت نافذ شدہ آئین کو مسترد کر دیا تھا تو پھر مسٹر جناح نے دیگر آزادی خواہ جماعتوں کے ساتھ مل کر اس ایکٹ کے خلاف جارحانہ اقدام کیوں نہ کیا؟ اور ہڑتال میں شامل ہونے کے بجائے مسلم لیگ کے ارکان اور عام مسلمانوں کو باز رہنے کا حکم کیوں دیا؟ اور مسلم لیگ کی متفقہ منظور شدہ قرارداد کے مطابق اس ناقص آئین کی مخالفت ترک کرتے ہوئے ہڑتال میں مسلمانوں سے عدم شمولیت کی اپیل کیوں کی؟

افادہ قارئین کے لئے ہم یہاں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جو عاشق حسین بٹالوی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"مسٹر لقمان صاحب جو ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۸ء تک قائد اعظم کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے کا ارشاد ہے۔ مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ مسٹر جناح نے جب مسلم لیگ کی تنظیم شروع کی تو لیگ بالکل ابتدائی مراحل میں تھی اور سرمائے کی سخت قلت

۱۵۔ تھی۔ اسوقت ریاست حیدر آباد کے وزیر اعظم سر اکبر حیدری قائد اعظم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اعلیٰ حضرت نظام، مسلم لیگ کی تنظیم کے لئے آپ کو پچیس لاکھ روپے دینے کو تیار ہیں بشرطیکہ آپ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے فیڈریشن کی مخالفت ترک کر دیں لیکن قائد اعظم نے حقارت سے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔"

ایضاً ص ۱۷۱-۱۷۲

عبارت بالا میں تین باتوں کا ذکر ہے

۱۔ مسلم لیگ کی ابتدائی بے سروسامانی اور مالی سرمایہ کی قلت۔

۲۔ نظام حیدر آباد کی طرف سے پچیس لاکھ روپے کی پیشکش

۳۔ ایکٹ ۱۹۳۵ء کی مخالفت ترک کرنا۔

جہاں تک مسلم لیگ کی بے سروسامانی کا تعلق ہے ہم آئندہ صفحات میں ذرا وضاحت سے اس کو بیان کریں گے اسی طرح نظام حیدر آباد کی پیشکش کو اگرچہ بقول مسٹر لقمان ٹھکرا دیا گیا لیکن ایکٹ ۱۹۳۵ء کی مخالفت پر قائم رہتے ہوئے نظام حیدر آباد کی تجویز کی مخالفت کی کوئی تصریح نہیں کی گئی۔ وفیہ ما فیہ

باقی آئندہ

محمد زاہد بلند شہری

ممنوع ہے

ٹرین کا سفر بھی خوب ہے سردی میں تکلیف دہ اور گرمی میں اذیت ناک۔ کیونکہ ریلوے حکام نے کبھی ماڑی انڈس مسافر ٹرین میں سفر کرنے کی زحمت گوارہ نہیں کی۔ کریں بھی کیوں! انہیں تو فرسٹ کلاس اور ائیر کنڈیشن کے پاس مل جاتے ہیں۔ رہے غریب تو بیچارے بس کے سفر سے تو تنگ تھے ہی' اب ریل سے بھی پریشان ہیں' مگر مجبور ہیں۔ سفر کرنا بھی ضروری ہے۔

ہم بھی ایک مرتبہ سفر کے لئے گئے۔ ایک اسٹیشن گزرنے کے بعد جب دوسرا اسٹیشن آنے لگا تو گاڑی آہستہ ہو گئی۔ دیہاتی نظارے کے لئے گردن باہر نکالی تو بال پریشان ہو کر بکھر گئے۔ کچھ سمجھ نہ آیا کیا معاملہ ہے۔ سر پر ہاتھ پھیرا تو پتہ چلا کہ ٹوپی ہوا کی نذر ہو چکی ہے۔

گردن باہر نکالتے ہی میری نظر ایک بورڈ پر پڑی جو لمحہ بہ لمحہ قریب آتا جا رہا تھا۔ بورڈ پر لکھا تھا "دس میل سے زائد رفتار کی گاڑیاں اس لائن پر لانا ممنوع ہے۔" جبکہ ٹرین بیس میل فی گھنٹے کی رفتار سے چل رہی تھی اس بورڈ کو پڑھتے ہی مجھے بھولو برادران کا خصوصی اکھاڑہ یاد آگیا جہاں بھولو رستم زماں کے چھوٹے بھائی لنگوٹ باندھے سگریٹ پی رہے تھے اور ان کے پیچھے اچھے رسم الخط میں لکھا تھا "اکہ [illegible] سگریٹ پینا منع ہے۔"

"**منع ہے**" کے بورڈ بھی خوب ہیں۔ بعض جگہ لگے ہوئے یہ خوبصورت بورڈ التجائی انداز میں یہ کہہ رہے ہوتے ہیں "خدا کے لئے ہمیں یہاں سے اکھاڑ دیئے۔" معلوم ہوتا ہے اکثر جگہ ان بورڈوں کو آمدنی کے حصول کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ رنگ محل سے بزاز ہٹہ میں داخل ہوں تو بائیں ہاتھ کے شروع میں کونے پر ایک ٹین کا گول بورڈ آپکو نظر آئے گا اس پر لکھا ہے "داخلہ ممنوع ہے۔" (NO ENTRY) اور اگر کوئی شریف آدمی آٹو موبائل رکھتا ہو اور رہتا بھی رنگ محل ہو تو بیچارے کے لئے یہ راستہ بند ہے۔ پھر بھی کبھی ضد کر کے "نو اینٹری" کی خلاف ورزی کر کے ڈبی بازار کی طرف آ بھی جائے تو وہاں پر موجود ایک مدد "ڈالڈا" کا مارا ہوا پولیس کانسٹیبل اپنے فرض کو ادا کرتے ہوئے روک کر اور چالان کی دھمکی دے کر اپنی مٹھی گرم کروانے کی کامیاب کوشش کرے گا۔ یہ اس کا فرض بھی ہے کیونکہ عموماً پولیس کانسٹیبل کو فرائض ایسی ہی جگہ اور ایسے ہی مواقع پر یاد رہتے ہیں۔ میکلوڈ روڈ' لوئر مال۔ لوہاری' بھاٹی گیٹ۔ کچہری کے چوراہوں' اور رسہ گیروں' قاتلوں بدمعاشوں کو روکتے وقت یہ فرائض اس کے ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ یاد ہی کیوں رہیں۔ ان مذکورہ کاموں کے لئے فرض کا یاد رکھنا کوئی ضروری بھی نہیں ہے۔ اتنے چھوٹے چھوٹے اور معمولی کاموں کے لئے وہ کیوں "اپنا وقت اور انرجی" ضائع کرے۔

اگر کبھی جی پی او جانے کا اتفاق ہو تو آپ باہر لگے ہوئے دو لیٹر بکس کاروں کے پیچھے چھپے ہوئے پائیں گے اور لیٹر بکسوں پر یہ لکھا ہوگا "لیٹر بکس کے آگے گاڑی کھڑی کرنا منع ہے۔" بلکہ اسی طرح جس طرح بسوں اور ریل میں "سگریٹ پینا منع ہے" کی تحریر مختلف اطراف سے اٹھنے والے سگریٹوں کے دھوئیں میں دب کر رہ جاتی ہے۔

سرکاری عمارات کی دیواروں پر عموماً زیادہ اشتہار ہوتے ہیں۔ اس سے آپ یہ مطلب نہ لیں کہ ان دیواروں پر اشتہار لگانے کی کھلی چھٹی ہوتی ہے بلکہ اس لئے کہ ان پر موٹے الفاظ میں یہ تحریر ہوتا ہے "اشتہار لگانا منع ہے۔"

ایک مرتبہ میرا گذر میکلوڈ روڈ ہوا۔ میکلوڈ روڈ کے وسط میں ایک سنیما ہے۔ سنیما کی دیوار کے نیچے لکھا ہوا تھا "پیشاب کرنا منع ہے۔ پیشاب کرنیوالا حوالہ پولیس کیا جائے گا۔" دیوار کے ساتھ پیشاب اور غلاظت کے جابجا نشانات تھے اور ایک قانون کا محافظ یعنی پولیس کانسٹیبل بنفسِ نفیس وہاں پیشاب کر رہا تھا......

ایک اور سنیما گھر کی عمارت کے نیچے باہر کی جانب یہ تحریر تھا "یہاں پیشاب کرنے والا گدھے کا بچہ ہوگا۔" ایک اور صاحب' جو کچھ زیادہ ہی تہذیب یافتہ اور "ماڈرن" تھے کھڑے ہوئے پیشاب کر رہے تھے۔ جب وہ صاحب وہاں سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا "کیوں صاحب! آپ نے اوپر لکھی ہوئی ہدایت اور اس مخصوص رشتے کو نہیں پڑھا؟ کہنے لگے میں اس سینما کا جنرل منیجر ہوں' مجھے کون روک سکتا ہے۔ میں نے خیال کیا تو واقعی آپ گدھے کے بچے ہیں کہ اپنی ہی ہدایت غلاظت میں دبا رہے ہیں۔ وہ چیں بہ چیں ہوئے اور چل دیئے۔

میں عموماً ہوٹلوں میں جانے سے احتراز کرتا ہوں کیونکہ وہاں چائے اور کھانا گھر کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔ دوسرے شہر میں کبھی اتفاق ہو تو لازماً ہوٹل میں جانا پڑتا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ میں راولپنڈی سے لاہور آ رہا تھا۔ رات کے ڈیڑھ بجے راستہ میں بس ایک جگہ رکی۔ دروازہ کھلا تو معلوم ہوا کہ "ہاف ٹائم" کے لئے بس روکی گئی ہے۔ کپکپاتے ہوئے بس سے

باہر نکلے تو سامنے دس مرکری روشنیوں سے جگمگاتا ہُوا ہوٹل تھا۔ سوچا ایک کپ چائے پی لی جائے۔ ہوٹل میں داخل ہؤا تو میرا استقبال اس تحریر نے کیا "ہوٹل میں چرس، شراب اور دوسری نشہ آور اشیاء کا استعمال ممنوع ہے"۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ستھرا ہوٹل ہے۔ اتنی ہی دیر میں مَیں بیٹھ چکا تھا اور میرے سامنے گرم گرم چائے تھی۔ سامنے کی میز پر ایک شخص چائے کا آخری گھونٹ حلق میں ندیدوں کی طرح اتار رہا تھا۔ کپ خالی کرنے کے بعد اُس نے جیب سے سگریٹ نکالی اور آدھی سگریٹ خالی کر کے اس میں نشہ آور چیز ملائی اور دوسرے ہی لمحے وہ پینے لگا۔ مَیں نے ہوٹل کے منیجر سے اس کی "خفیہ" شکایت کی۔ منیجر نے کہا "چرس پیتا ہے پینے دو آپ کا کیا بگڑتا ہے" میں اپنا سا منہ لیکر واپس بس میں آبیٹھا۔

یہ بالکل اسی طرح ہے جسطرح پاکستان میں نشہ آور اشیاء کا استعمال قانوناً ممنوع ہے مگر پھر بھی حکومت افیون کے خصوصی اور "قانونی" ٹھیکے سرکاری سطح پر دیتی ہے البتہ یہ معلوم نہیں کہ نشہ آور اشیاء کے استعمال کے منع ہونے کے باوجود یہ ٹھیکے کیوں دیئے جاتے ہیں؟

"منع ہے" کے بورڈ اور کتبے بھی خوب ہیں۔ کبھی کبھی یہ بورڈ اور کتبے ہمیں نظر آجاتے ہیں اور کبھی نظر نہیں آتے کیونکہ سرے سے لگے ہوئے نہیں ہوتے۔ مگر اس کے باوجود "منع ہے" پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ نہ کریں تو زبردستی اس پر عمل کروایا جاتا ہے۔

"عوامی دور" بھی خوب تھا۔ اس "سنہری دور" میں بھی بعض ایسے ہی بورڈ ذہن میں گردش کرتے رہے، البتہ حقیقت میں انہیں آویزاں نہیں کیا گیا تھا۔ اس دور میں اپوزیشن ارکان اسمبلی کا ایوان میں عموماً "داخلہ ممنوع" قرار دے دیا جاتا تھا۔ اس وقت میرے ذہن میں آیا کہ حکومتِ وقت کو چاہیئے کہ اسمبلی کے باہر اس قسم کا بورڈ لٹکا دے "اپوزیشن ارکان داخل نہیں ہو سکتے" یاد ہے کالجوں میں انٹرمیڈیٹ کے نصاب میں دینیات کا داخلہ وزارتِ تعلیم نے اسلام سے متاثر ہو کر "ممنوع" قرار دے کر نصاب سے خارج کر دیا تھا۔

مجھے یاد ہے کہ جب متحدہ محاذ نے گول باغ میں جلسہ کرنے کا اعلان کیا تو عوامی حکومت کی مشنری فوراً حرکت میں آئی۔ عین جلسہ کے وقت گول باغ کے دونوں گیٹوں پر پولیس اور ایف۔ ایس۔ ایف پبلک کو باغ میں داخل ہونے سے روک رہی تھی اور ریڈیو اعلان کر رہا تھا کہ "اپوزیشن کا جلسہ ناکام ہوگیا۔ عوام نے جلسہ سننے سے انکار کر دیا"۔ حالانکہ ایک لاکھ افراد باغ کے گرداگرد مایوسی کے عالم میں چکر کاٹ رہے تھے۔

اس وقت بھی مَیں نے اپنے ایک "پیپلے" ہمسائے کو مشورہ دیا تھا کہ "عوامی حکومت" اپوزیشن جلسوں میں عوام کا داخلہ ممنوع کیوں نہیں قرار دے دیتی اور جلسہ گاہ کے باہر یہ بورڈ "عوام کا اپوزیشن کے جلسوں میں شریک ہونا منع ہے" کیوں نہیں لگا دیتی شاید عوام یہ بورڈ پڑھ کر واپس ہو جائیں اور آئندہ بھی حکومت کو پولیس اور ایف۔ ایس۔ ایف تعینات کرنے پر رقم خرچ نہ کرنا پڑے۔ شائد عوامی حکومت نے اس مشورہ پر اس لئے عمل نہ کیا ہو کہ پاکستان کی اسی فیصد آبادی دیہات میں ہے اور دیہاتی عموماً ان پڑھ سمجھے جاتے ہیں۔ "منع ہے" کے بورڈ دیہاتی نہیں پڑھ سکتے بالکل اسی طرح جیسے دیوار پر "اشتہار لگانا منع ہے" کے بورڈ پر اشتہار لگانے والے یار لوگ اشتہار لگا کر اس کو چھپا دیتے ہیں۔ اب یہ بات سمجھ سے باہر ہے کہ یہ بورڈ اور کتبے پھر کس کے لئے لگائے جاتے ہیں؟ کیونکہ اشتہار لگانے والے پڑھنا نہیں جانتے۔

دورِ بھٹو میں ایک وقت وہ بھی آیا جب حکومت مخالف اخبارات کے کالم کے کالم سفید نظر آتے تھے اور ان پر صرف "سنسرڈ" کا لفظ لکھا ہوتا تھا۔ ایک صحافی سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ حکومت کے ایک اعلان کے مطابق سنسر کے بغیر خبر شائع کرنا "منع ہے" اور کوئی بھی خبر جس میں آزادی صحافت کا رونا رویا گیا ہو چھپنے کے قابل نہیں ہوتی۔

انگریز کے زمانے میں لاہور شہر میں دس بجے سے پہلے بھینس اور گائے سڑکوں پر نکالنا خلاف قانون تھا۔ قانون تو اب بھی یہی ہے مگر اس پر عمل کروانے والے ناپید ہیں۔ ایک بار قلعہ گوجر سنگھ جانے کا اتفاق ہُوا تھا۔ صبح آٹھ بجے کا وقت تھا۔ مجھے جلدی تھی مگر سامنے بھینسوں کا جلوس دیکھ کر مجھے رکنا پڑا۔ میں نے اطراف سے نکلنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا کیونکہ بھینسوں نے سڑک کو ہر طرف سے گھیرا ہُوا تھا۔ ایک بھینس ٹین کے ایک بورڈ سے اپنے جسم کو حرکت دے کر کھجانے کی کوشش میں مصروف تھی۔ بورڈ غلاظت سے گندا ہو چکا تھا۔ بورڈ کی تحریر بمشکل پڑھنے میں آئی۔ آپ بھی پڑھیئے۔

"دس بجے سے پہلے بھینس گائے سڑک پر لانا منع ہے"۔

لاہور شہر میں ۲۸ کے لگ بھگ سینما ہیں جن میں اردو، انگریزی اور پنجابی فلمیں لگتی ہیں اور عموماً انگریزی فلموں کی پبلسٹی کرتے وقت مالکان سینما اس فقرے کا اضافہ خصوصاً کرتے ہیں "صرف بالغوں کے لئے"۔ یہ فقرہ لکھنے سے فلم زیادہ عرصہ چلتی ہے کیونکہ اشتہار پڑھنے والا اس فقرے کو پڑھ کر اس تجسس کا شکار ہوتا ہے کہ ضرور یہ فلم "ٹوٹے" والی ہے اور اگر فلم دیکھنے کا ارادہ نہ بھی ہو تو ضرور دیکھتا ہے۔ دورانِ فلم اگر "ٹوٹے" والا کوئی سین نہ آئے تو آپ جانیں کہ سینما ہال میں شائقین نئی نئی گالیوں اور شور شرابے سے اپنے احتجاج کا اظہار کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک صاحب ایسی ہی فلم دیکھ کر باہر نکلے تو میں نے ان صاحب سے پوچھا کیوں بھئی، کیسی تھی فلم؟ کہنے لگے "بکواس" کوئی "ٹوٹا"، نہیں تھا ... وہاں ایک بات جو حیرت کا باعث تھی وہ سینما ہال سے نکلنے والے آٹھ سے دس سال کی عمروں کے لاتعداد بچے تھے۔ انہی صاحب سے مَیں نے سینما میں بچوں کی کثرت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا "صاحب! کیا بتائیں یہ بچے ہر سینما میں اور ہر فلم میں اتنے نہیں ہوتے مگر یہاں اتنے زائد اس لئے ہیں کہ سینما کے باہر انتظامیہ کی جانب سے یہ لکھا گیا تھا "نابالغ حضرات کا داخلہ ممنوع ہے"۔ اور بچے عموماً ایسی فلمیں زیادہ دیکھتے ہیں۔

کبھی کبھی سیاسی پارٹیوں میں بھی "داخلہ ممنوع" قرار دے دیا جاتا ہے۔ پاکستان قومی اتحاد میں پیپلز پارٹی چھوڑنے والے بدعنوان افراد کا "داخلہ

پی پی پی کی جمہوریت پسندی کی ایک اور مثال مسٹر بھٹو تاحیات چیئرمین

بلوچستان کی ڈائری

حافظ حسین احمد
بروری روڈ، کوئٹہ۔

بلوچستان میں "بغاوت" کی اصل حقیقت کیا تھی!

"بلوچستان کی ڈائری" ترجمان اسلام میں عرصہ سے شائع ہو رہی ہے۔ اور یہ نہایت ہی مقبول ہوئی ہے۔ قارئین کرام کی طرف سے بار بار "رازدان" کے متعلق استفسار کیا جا رہا ہے۔ اس لئے اب ہم "رازدان" کا اصل نام شائع کر رہے ہیں۔ 'ادارہ'

حیدرآباد ٹربیونل" توڑنے کے بعد بلوچستان میں عام معافی کا اعلان، عوام کے لئے دوسری بڑی خوشخبری تھی جس کا قومی رہنماؤں، عوام اور بلوچستان کے سیاسی لیڈروں نے خیر مقدم کیا۔ اگرچہ عام معافی کا اعلان خاصا پرانا ہو چکا ہے لیکن عوام میں یہ تجسس پایا جاتا ہے کہ بلوچستان میں گڑبڑ کی اصل حقیقت کیا تھی؟ کیا بلوچستان کے عوام محب وطن ہیں؟ اگر محب وطن ہیں تو یہ پہاڑوں پر کیوں چلے گئے تھے؟ یہ سوالات ہر پاکستانی کے ذہن میں آتے ہیں۔ ویسے بھی پانچ سال میں ذرائع ابلاغ نے بلوچستان کے متعلق جس قسم کا پروپگنڈہ کیا ہے اور اس مسئلہ کو جتنا اچھالا گیا ہے اس کے بعد یہ سوالات ذہن میں ضرور آئیں گے۔ آج کی ڈائری میں بلوچستان کے مسئلہ کے غیر جانبدارانہ تجزیہ کی کوشش کروں گا اس اہم مسئلہ پر اظہار خیال سے پہلے صوبہ کی جغرافیائی ساخت اور اہمیت، قبائلی رسم و رواج، روایات کا تذکرہ بے حد ضروری ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے بلوچستان کو کافی اہمیت حاصل رہی ہے۔ ایک طرف سے بلوچستان کی سرحد ہمسایہ ملک ایران کے ساتھ لگتی ہے اور دوسری طرف افغانستان واقع ہے۔ بلوچستان میں پسنی، گوادر جیسی اہم بندرگاہیں بھی ہیں۔ تانبا۔ کوئلہ۔ سوئی گیس، کروم، سنگ مرمر کے علاوہ اور نہ جانے کتنی معدنیات سرزمین بلوچستان میں دفن ہیں۔ جغرافیائی اہمیت جتانے کے لئے یہ مختصر سا خاکہ کافی ہوگا۔ (ان حالات میں) صوبائی دارالحکومت کوئٹہ کے علاوہ (جہاں تمام قومیں آباد ہیں) بلوچ قوم کی اکثریت ایک جانب آباد ہے جسے عرف عام میں "بلوچ ایریا" کہتے ہیں اور پشتون قوم کی اکثریت جن علاقوں میں آباد ہے اسے "پشتون ایریا" کہتے ہیں۔ اس وقت ہم بلوچ قبائل کے حالات عرض کریں گے کیونکہ فوجی ایکشن اور عام معافی کا تعلق زیادہ تر ان علاقوں سے ہے ویسے پشتون علاقوں کے بھی کافی افراد عام معافی کے بعد واپس آئیں گے لیکن چونکہ اصل مسئلہ پہاڑوں پر جانے سے ہے۔ ۱۔ بلوچ عوام پہاڑوں کے قریب آباد ہیں۔ ۲۔ ویسے اگر کسی شخص کو کوئی اور قتل کر دے تو قاتل اپنے بچاؤ کے لئے (تاآنکہ تصفیہ نہ ہو جائے) پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا ذاتی اسلحہ بھی ہوتا ہے۔ یہ شخص اس وقت تک پہاڑوں میں رہتا ہے جب تک کہ کوئی تصفیہ (قبائلی) نہ ہو۔ یا پھر مقابلہ میں یہ مارا جائے۔ یہ تقریباً ایک قبائلی دستور بن چکا ہے۔

اب سیاسی سطح پر غور کیا جائے تو یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔ سیاسی طور پر قیام پاکستان کے بعد بلوچستان ایک مسئلہ بنا رہا ہے۔ دراصل قیام پاکستان کے بعد ہر برسر اقتدار ٹولے نے بلوچستان کو نظر انداز کیا ہے جس کی وجہ سے یہ صوبہ جو کہ کوئلہ۔ تانبا۔ سوئی گیس۔ کروم۔ سنگ مرمر جیسے معدنیات کی موجودگی کے باوجود پسماندہ رہا۔ اور شعوری طور پر بلوچستان کے عوام یہ سوچنے لگے کہ آخر ہمارے اس صوبہ کی ترقی میں کیوں دلچسپی نہیں لی جاتی؟ آخر کار ۱۹۷۰ء میں عام انتخابات کے انعقاد کے وقت انہوں نے جمعیۃ علماءِ اسلام اور کالعدم نیپ پر اظہار اعتماد کیا جس کے نتیجے میں بلوچستان میں جمعیۃ علماءِ اسلام اور کالعدم نیپ کی گورنمنٹ بنی۔ اور پاکستان میں سیاسی جماعتوں کی پوزیشن یہ ہو گئی کہ بلوچستان اور سرحد میں جمعیۃ علماءِ اسلام اور کالعدم نیپ کی اکثریت ہو گئی۔ پنجاب اور صوبہ سندھ میں پی۔ پی۔ پی (پاکستان پیپلز پارٹی) مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ۔ مگر جب پی۔ پی۔ پی (پاکستان پیپلز پارٹی کی بجائے) پی۔ پی۔ پی (پاکستان پارلیمنٹری پارٹی بنی) تو بقایا چار صوبوں میں سے دو میں جمعیۃ علماءِ اسلام اور کالعدم نیپ کی حکومت بنی۔ سرحد میں مولانا مفتی محمود اور بلوچستان میں سردار عطاء اللہ خان مینگل۔ لیکن اس کے ساتھ مسٹر بھٹو کو یہ قلق تھا کہ آخر ان دو صوبوں نے ان کی پارٹی کو کیوں نظر انداز کر دیا۔ بلوچستان میں ایک نمائندہ بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ کوئی معمولی جرم نہ تھا۔ اس کی سزا تو بہر حال بلوچستان کو بھگتنا تھی نام کی حکومت تو بھٹو نے بنانے کی دعوت دی، مگر کوشش یہی رہی کہ ان دو صوبائی حکومتوں کے لئے مشکلات پیدا کر دی جائیں۔ بالآخر اس حربے کو آزمایا گیا۔ ابتدا میں پولیس فورس کی ہڑتال کروائی گئی مگر عوام نے خود کام سنبھال لیا اور پولیس ہڑتال کے دنوں میں جرائم کی ایک بھی واردات نہیں ہوئی جو کہ ایک مثال ہے۔ اس ناکامی کے بعد سردار غوث بخش رئیسانی۔ میاں سیف اللہ خان پراچہ اور جام صاحب نے حکومت کا ساتھ دیا۔ نبی بخش زہری سردار دودا خان کراچی پہنچے اور سازشیں شروع کیں اور جام غلام قادر نے لس بیلہ میں چند افراد کو اکسایا۔ لیکن میرے ناقص خیال میں ان دنوں سردار عطاء اللہ خان مینگل اور احمد نواز خان بگٹی ملک سے باہر چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد کالعدم نیپ کے دوسرے رہنماؤں سے حالات سنبھالے نہیں گئے۔ اگرچہ گل خان نصیر ڈپٹی لیڈر تھے مگر یہ ان کے بس کی بات نہیں تھی۔

اور اس شورش کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا اور اسے بنیاد بنا کر عوامی منتخب حکومت کو ختم کرنے کا بہانہ فراہم کیا گیا۔ ان دنوں حالات دگرگوں تھے کہ نواب محمد اکبر خان بگٹی، میدانِ کارزار میں عراقی اسلحہ کے ساتھ اترے اور پروپیگنڈے کی جنگ جیت کر تمغۂ گورنری حاصل کر لیا۔ چونکہ بلوچ عوام میں قبائلیت ہے۔ اس کے علاوہ کئی سال سے محرومی کا لاشعوری احساس، قبائلیت کی وجہ سے اپنے قبائلی سربراہ کے لئے سب کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی تھا۔ ان وجوہات نے چند جذباتی افراد کو اکا دکا کارروائی کرنے پر اکسایا۔ اور یہ ایک فطری بات تھی۔ جلسہ اور جلوسوں میں بھی جب جلوس کو طاقت سے روکا جاتا ہے تو مجمع بپھر جاتا ہے۔ یہ وقتی جوش اور جذبہ ناگزیر تھا۔ اگر حالات کو سنبھالنے کی سنجیدگی سے کوشش کی جاتی تو حالات معمول پر آ جاتے مگر یہاں تو حالات کو بگاڑنے سے ہی مقصد براری ہوتی تھی اور قصداً حالات کو مزید خراب کرنے کے لئے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق کارروائی کی گئی۔ مثلاً اگر ایک جذباتی نوجوان نے، اپنے حقوق کے صلب کرنے پر اپنے بلوچی اور قبائلی روایات اور دستور کے مطابق کوئی کارروائی کی تو بجائے سمجھانے یا تالیف قلب کے اس کے تمام رشتہ دار، اقرباء حتیٰ کے بوڑھے والدین کے خلاف وارنٹ جاری کر دیئے جاتے اور گرفتاری کے بعد انہیں سزا دی جاتی کہ اپنے عزیز اور لڑکے کو ہمارے ہاتھ میں دو۔ مجبوراً جن کے وارنٹ جاری ہوتے وہ بھی (اپنے قبائلی دستور کے مطابق) پہاڑوں میں روپوش ہو جاتے اور عمداً حالات کو مزید الجھایا گیا اس کے ساتھ ہی صوبائی وزیر اعلیٰ سمیت اکثر لیڈروں کو گرفتار کر لیا، صادق کو شہید کیا گیا۔ مولانا شمس الدین کو میوند میں حبس بے جا میں رکھ کر حکومت وقت کی حمایت پر مجبور کیا گیا۔ لالچ دیا گیا، مگر جب وہ مردِ مجاہد اپنے موقف پر ڈٹا رہا تو اسے بھی راستے سے ہٹایا گیا۔ عبد الصمد اچکزئی کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔ ان سب باتوں نے جلتی پہ تیل کا کام کیا۔ جتنا ظلم بڑھتا گیا اتنا ہی اس کا ردِ عمل ہوا چونکہ قبائلی اور سیاسی رہنما جیل بھیج دیئے گئے۔ حالات کو کنٹرول کرنے کے لئے کوئی بھی قبائلی رہنما نہ تھا۔ اس وجہ سے ضدی اور جذباتی نوجوان کنٹرول سے باہر ہوتے گئے اور بھٹو صاحب کے حسب منشا بلوچستان کا مسئلہ ایک "ہوا" بن گیا۔

اور پھر اس کے لئے طاقت استعمال کی گئی۔ مسئلہ صرف اور صرف سیاسی تھا اسے سیاسی سطح پر ہی حل کرنا چاہیئے تھا۔

بلوچستان کے عوام چار سال مصائب کی چکی میں پستے رہے۔ بلوچستان کے عوام محبِّ وطن ہیں، ملکی استحکام اور سالمیت کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرتے۔ وہ سیدھے سادھے، سچے پکے اور کھرے مسلمان ہیں وہ سوشلزم اور سیکولرازم کو جانتے بھی نہیں اور نہ کوئی لیڈر ان کے سامنے جا کر یہ دعویٰ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ میں سیکولرازم کا حامی ہوں۔ اگر اس قسم کے چند لیڈر وہاں سے کامیاب ہوئے تو ذاتی حیثیت وسائل۔ قوم برادری کی بدولت نہ کہ لادینی نظریات کی بنا پر۔"

یہ بھی بلوچستان کے مسئلہ کے حل کے لئے ابتدائی اقدام ہی کہے جا سکتے ہیں۔ صحیح صورتحال تو تب واضح ہو گی جب عطاء اللہ خان مینگل وطن واپس لوٹیں۔ بزنجو صاحب صرف ایک قسم کے بیانات پر اکتفا فرمائیں متضاد بیانات سے شکوک وشبہات کی فضا پیدا ہو رہی ہے۔

بقیہ: ممنوع ہے

ممنوع ہے" مگر اصغر خاں صاحب نے ابھی تک تحریک استقلال کے دفتر پر پ پ پ کے کارکنوں کے داخلے کا بورڈ لگا رکھا ہے جس طرح تعلیمی سال کے خاتمہ پر پرائمری سکولوں کے باہر "داخلہ شروع ہے" کے اشتہارات نظر آتے ہیں۔ بعض اوقات سیاسی پارٹیاں اپنے ہی عہدیداروں کا داخلہ جبراً ممنوع قرار دے دیتے ہیں جیسے اصغر خان نے گوہر ایوب کو تحریک سے نکال کر انکا دوبارہ داخلہ ممنوع قرار دے رکھا ہے۔

نظام آمریت میں آمر کی رائے کے خلاف اظہار رائے ممنوع ہوتا ہے۔ "عوامی دور" بھی ایسے ہی دور سے مماثلت رکھتا ہے۔ شاید سوگواران عوامی حکومت" میری اس رائے سے اختلاف رکھتے ہوں تو مجھے اس کا کوئی ڈر نہیں کیونکہ حال ہی میں پی پی کے بڑے سرکردہ افراد نے مسٹر بھٹو کو تاحیات چیئرمین منتخب کر کے میری اس رائے کو تقویت پہنچانے میں خاصی مدد دی ہے۔ درحقیقت ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ "تاحیات" کی بجائے "تاقیامت" چیئرمین منتخب کیا جاتا اور ماؤ۔ سٹالن۔ لینن اور مارکس کی طرح اس کے مجسمے بنا کر اس کی باقاعدہ "ورشپ" کی جاتی۔ ہاں تو بات ہو رہی تھی آمریت کی تو صاحب پی پی پی میں آمریت تلاش کرنے کی بجائے صرف یہ ہی دیکھ لینا کافی ہے کہ پی پی پی میں کارکنوں اور عہدیداروں کو چیئرمین کی ہاں میں ہاں ملانے کے سوا اور گفتگو کرنا "منع ہے"۔ بس یوں سمجھ لیجیئے کہ پی پی کا کارکن حقیقتاً "YES MAN" ہوتا ہے اور آجکل پی پی پی کا متبادل تحریک استقلال ہے جہاں مسٹر اصغر خان کل اختیارات کے مالک ہیں۔ ان کی رائے سے اختلاف تحریک کے بنیادی مقاصد سے اختلاف کے مترادف ہے خواہ اس اختلاف سے تحریک کو فائدہ ہی کیوں نہ پہنچتا ہو۔

مولانا حافظ مہر محمد گوجرانوالہ

مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی خدمت میں دو سال (۲)

راقم الحروف بھی ان خوش قسمت طلبہ میں سے ہے جنھوں نے حضرت العلامہ، رازدانِ حکمتِ قاسمی وارثِ علمِ انوری حضرت مولانا سید محمد یوسف بن زکریا بن آدم البنوری الحسینی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ آپ کے علمی گھاٹ سے علم کی پیاس بجھائی، آپ کے گلشنِ سدا بہار سے گل چینی کی، آپ کے بہار آفریں علم سے دل و دماغ کو معطر آشام کیا۔ آپ کے انفاسِ طیبہ سے مریضِ قلوب کو شفا نصیب ہوئی۔ ان سطور میں تخصص فی علوم الحدیث کے دو سالہ دور ۱۳۸۹ تا ۱۳۸۸ھ کے چند تاثرات و مشاہدات عرض کرتا ہوں، اگر اس آئینہ نمائی میں اپنے وجودِ کثیف کے عکس و شبیہ سے قارئین کی ابصار کو بچانا ناممکن ہے اور یہ کہہ کر معذرت خواہ ہوں ؂

من گلے ناچیز بودم!
ولیکن مدتے باگل نشستم!
جمالِ ہم نشین در من اثر کرد!
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حلیہ وجمال

گول چمکدار چہرہ، کشادہ پیشانی، موتیوں کی طرح کشادہ چمکیلے دانت، گلاب کی طرح رخسار سیاہ و سفید بالوں سے مشت گھنی داڑھی، بھاری بھرکم وجود، سر پہ سادہ یا پھولدار رنگین ٹوپی پر رومال کا عمامہ باندھے بادشاہوں کی سی ہیبت و وقار والی شخصیت

سید محمد یوسف بنوریؒ کی ذات ہے

درسِ حدیث کے خصائص

حضرت امام مالکؒ کی طرح خاص ابہت شان اور خاص اہتمام کے ساتھ مسندِ تدریس پر جلوہ گر ہوتے، جب بیان شروع کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ علم کا ایک بند دریا ہے جس کا دہانہ کھول دیا گیا ہے اور معلومات کا ایک سیل رواں ہے جسے درطۂ تحریر میں لانا از حد مشکل ہے۔ بڑے بڑے ذی استعداد طلبہ آپ کی تقریر ضبط کرنے کے لیے ہمہ تن متوجہ ہوتے مگر زود نویسی کے باوجود بھی عاجز رہتے، بعد میں کاپیاں ملا کر کمی بیشی کی تلافی کرتے، پہلے سند پر بحث ہوتی تو صحابی کے بعد تابعی اور تابعی کے بعد تبع تابعی پر بحث کافی دراز ہو جاتی۔ راوی کے شیوخ اور تلامذہ کے اسماء اور توثیق کے اقوال نقل کرتے ہوئے یوں محسوس ہوتا گویا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ علامہ نوویؒ اور علامہ مزیؒ کی تصنیفاتِ ضخیمہ سامنے کھلی پڑی ہیں، بعض اوقات پورا گھنٹہ سند اور رجال کے تعارف پر ختم ہو جاتا تا جب متنِ حدیث پر نوبت آتی تو شارحین حدیث کے اقوال کا انبار لگ جاتا، متون کی تخریج دیگر کتب کے حوالے سے بھی ہوتی، متابعات کا بھی سلسلہ دراز ہوتا، فتح الباری، عمدۃ القاری کے تقابلی اقوال ذکر کیے جاتے، خصوصی انداز سے حنفیت کے موقف کو مبرہن کیا جاتا، علامہ کرمانی کی شرح بخاری الکواکب الدراری اور علامہ قسطلانی کی ارشاد الساری کا بھی عموماً حوالہ دیتے، حضرت مدنیؒ کی طرح سفر سے واپس آ کر ناغہ شدہ اسباق کی تلافی رات کی تدریس میں کرتے۔

شیخ سے عقیدت

سب سے بڑی خصوصیت جو آپ کی تدریس و بیان میں ودیعت تھی وہ اپنے شیخ بیہقی وقت امام العصر حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے علم اور کمالات میں نیابت اور جانشینی تھی گویا ان کی ہو بہو تصویر تھے۔ یہ کہنا بے جا نہیں کہ شیخ بنوریؒ افادہ اور استفادہ میں، مزاج اور معمولات میں، عشق و عقیدت میں حضرت انور شاہ کے سینکڑوں تلامذہ اور فضلاء میں سے فائق اور سابق نکلے، گویا حضرت انور شاہ کی زبان بیان اور ترجمان جنان تھے، جب شیخ کا تذکرہ یا ان کے ارشادات سامنے آجاتے تو فرطِ عقیدت سے بے قابو ہو جاتے اور مزے مزے لے لے کر بیان کرتے۔ ؂

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ
ھو المسک ما کررتہ یتضوع!

(ہمارے نعمان کا ذکر بار بار کرو کہ آپ کا ذکر وہ کستوری ہے جتنا رگڑو گے خوشبو پھیلائے گی)

اسی محبتِ شیخ نے آپ کو آسمانِ علم کا آفتاب بنایا جس سے عالمِ اسلام منور ہوا۔ آپ نے نفحۃ العنبر فی حیات الشیخ الانور" کی تالیف سے بڑے بڑے عرب فضلاء کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور اس کی ادبیت فصاحت بلاغت پر وہ عش عش کر اٹھے۔ حافظ جیسے ادیب کی یاد تازہ ہو گئی۔ علامہ زاہد الکوثری نے کہا کہ اس کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت انور شاہؒ حضرت شاہ عبدالعزیز کے پائے کے بڑے عالم تھے۔ آپ

نے فرمایا اگر مؤلفِ "نفحہ" شاہ عبدالعزیزؒ کی سوانحِ حیات لکھتا تو آپ کا فیصلہ یہ ہوتا۔ پھر آپ سے پورے تعارف پر وہ بہت خوش اور بغلگیر ہوئے ـــــ!

"معارف السنن"

حضرت انور شاہ کے فیضان اور بحرِ مواج کا نظارہ آپ کی عظیم الشان اور عصرِ حاضر کی بے مثال شرح ترمذی معارف السنن ہے اور قدیم و جدید شارحینِ حدیث کے اقوال کا گنجینہ ہے۔ تمام فقہی مسائل و مذاہب پر سیر حاصل بحث ہے۔ بلاشبہ ہر مکتبِ فکر کے علمائے اور عرب و عجم کے اہلِ علم نے اسے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

ورع و زُہد

پیرانہ سالی، ثقل بدن، جسمانی عوارض اور گھٹنوں میں بالعموم ریح کے دور کے باوجود نماز باجماعت کے لیے باقاعدہ مسجد میں آتے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھتے حالانکہ سیڑھیوں پر اترتے چڑھتے کافی تکلیف ہوتی تھی۔

ہر سال حج کے لیے تشریف لے جاتے اور سب مراحل گھر بیٹھے اللہ تعالیٰ حل کرا دیتے تھے۔ طلبہ اور اساتذہ اور عملہ مدرسہ کو دارالحدیث میں بلاتے نصائح تلقین کرتے، اخلاص اور فکرِ آخرت پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حسرت کے طور پر فرمایا: آج کل اخلاص ختم ہو رہا ہے، استاذ صرف تنخواہوں کو مقصود بناتے ہیں اور زیادہ سلے چلے جاتے ہیں۔ طلبہ بھی طعام اور آسائش کا زیادہ لحاظ رکھتے ہیں۔ تعلیم ثانوی چیز بن جاتی ہے۔

ایک مرتبہ درسِ حدیث میں تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے ایک اللہ والے کا مقولہ ذکر فرمایا کہ: وفات کے بعد ان سے کسی کی خواب میں ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا سناہیے قبر میں کیا گذری تو فرمایا:

هلك كل من اشير اليه
بالبنان و ما نفعنا الا ركعتان
صليناهما في جوف الليل۔

جن لوگوں کی (بزرگی کی) طرف اشارے

ہوتے تھے وہ بھی ناکام ہو گئے ہیں۔
ہمیں بھی ان دو رکعتوں نے بچایا جو رات
کے درمیان اٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

نماز میں سوز و گداز کی خاص کیفیت پیدا ہوتی اور خوب اکرام و خشوع سے نماز ادا کرتے تھے رمضان ۸۷ھ میں مجھے مدرسہ کی جامع مسجد میں سامعِ قرآن ہونے اور مولانا کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ سوز دروں اور نماز میں اُعبد ربك كانك تراه الخ کا نمونہ اس وقت صاف دکھائی دیتا تھا۔ ایک مرتبہ چند قرار حضرات نے اپنے خاص لہجہ میں محفلِ قرارت منعقد کی۔ ہمیں تو تکلف اور قواعدِ تجوید کے غیر مطابق محسوس ہوئی، معاً حضرۃ بنوری کو دیکھا (اور نادم ہوئے) کہ وہ سورۂ مومنون کی یہ آیات سن کر زار و قطار رو رہے تھے اور داڑھی آنسوؤں سے تر تھی۔ جماعت میں تلاوتِ قرآن پاک جس سوز و گداز کے لہجے میں ادا فرماتے وہ الفاظ کے دامن میں نہیں سما سکتی۔

یقین و توکل

استغنار اور توکل علی اللہ کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی بنیاد تھانہ جمشید کوارٹر کے پاس جھنڈ صاف کر کے رکھی۔ ایک صاحب نے سال بھر کا خرچ بنک میں جمع کرا دینے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے پوچھا پھر کیا ہوگا۔ اس نے کہا پھر چندہ آنے لگے گا۔ آپ نے فرمایا میں مخلوق کے بھروسے پر بنیاد نہیں رکھتا جب مدرسہ قائم ہو جائے اور آپ کا جی چاہے تو چندہ دے دینا۔ ایک شخص نے پچاس ہزار کی خطیر رقم پیش کی تو فرمایا اتنی رقم لے کر میں خود کو آزمائش میں نہیں ڈالتا۔

ایک مرتبہ ایک صاحب مدِ زکوٰۃ میں سے ۲۷ ہزار روپے مدرسہ کو دینا چاہتے تھے۔ آپ نے یہ کر واپس کر دیا کہ طلبہ کا خرچ کافی جمع ہو چکا ہے مدِ زکوٰۃ نہیں چاہیے، آپ کسی اور مدرسہ کو دیدیں انہوں نے کہا کہ اگلے سال طلبہ پر خرچ ہو جائے گا۔ تو فرمایا: جب اگلا سال آئے گا اللہ پاک اس وقت خرچ بھی بھیج دیں گے۔

یہی وہ اخلاص ہے کہ نیوٹاؤن کا یہ مدرسہ عظیم جامعہ میں تبدیل ہو چکا ہے، جس میں درسِ نظامی تجوید، جدید ادب، تخصص فی علوم الحدیث فی الفقہ فی دعوت والارشاد، شعبہ تصنیف و تالیف المجلس الدعوۃ والتحقیق وغیرہا قائم ہیں۔ تقریباً پانچ لاکھ روپیہ خرچ ہے، لیکن مدرسہ کا نہ سفیر ہے، نہ اشتہار اور نہ بورڈ ہے بس اللہ کے فضل سے ترقی پذیر ہے۔

جُرأت و حق گوئی

آپ کی حق گوئی اور جُرأتِ مومنانہ لاجواب تھی۔ بڑے بڑے جابر اور سرکش حکمران خائف رہتے تھے۔ دورِ ایوبی میں یہ خبر چلی کہ حکومت مدرسہ عربیہ اسلامیہ اور اس کی لائبریری کو اپنی تحویل میں لے لیگی۔ مولانا نے جلال میں آکر فرمایا:

"مدرسہ کی طرف اگر کوئی فوج آئی تو سب
سے پہلے بنوری مقابلہ کرے گا اور شہادت
کا درجہ پائے گا"

۱۹۷۴ء کے آغاز میں آپ کو مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا باصرار امیر چنا گیا پھر چند ماہ بعد اسٹیشن ربوہ کا واقعہ پیش آیا اور تحریک شروع ہو گئی۔ پھر تمام جماعتوں نے مجلسِ عمل کا صدر آپ کو بنا دیا تو آپ سر پر کفن باندھ کر کراچی تا پشاور کے طوفانی دورہ پر نکلے اور تحریک کی قیادت کی۔ چلتے وقت مفتی ولی حسن صاحب مفتی مدرسہ عربیہ سے فرمایا: مفتی صاحب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسئلہ حل کرا دے ورنہ بنوری واپس زندہ نہیں آئے گا کفن ساتھ لے جا رہا ہوں۔ اللہ نے عقیدۂ ختمِ نبوت کے لیے جذبہ شہادت کی لاج رکھی۔ فتح عظیم حاصل ہوئی اور قادیانیت کا گلا گھونٹ دیا گیا

اسی دورہ تحریک میں نصرت العلوم گوجرانوالہ کے جلسہ عام میں عصرِ حاضر کے جابر ترین حکمران مسٹر بھٹو کی ملاقات اور اس کے سامنے صاف صاف حق گوئی کا ذکر فرمایا کہ: اے بھٹو! اگر تم قوم کا مطالبہ نہ مانو گے اور قادیانیت کی حمایت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل کرے گا۔ پھر جب حالات تیز ہو گئے تو بھٹو نے اپنے وزیرِ خاص کے ہاتھ پیغامِ ملاقات بھیجا تو یہ کہ کر آپ نے رد کر دیا کہ: "اب، ۷ستمبر کے بعد ملاقات کریں گے" صدر ناصر مرحوم کی زندگی میں مصر گئے فوٹوگرافر آیا تو صدر ناصر کے سامنے کہا کہ اسلام میں تصویر کی ممانعت ہے مجھے معذور سمجھیں۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء کا دن بڑا المناک تھا جس دن تقویٰ و علم کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لیے

شہر سے شہر

ترتیب: قمر ہاشمی

دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات نومبر ۱۹۷۸ء میں ہو رہی ہیں

پاکستان میں سنہ ۷۸ء کو بطور سال دارالعلوم منایا جائے گا

دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات نومبر سنہ ۷۸ء میں منعقد ہو رہی ہیں جن میں دنیا بھر سے اہل علم و فضل شرکت کریں گے اور دارالعلوم کی ایک صدی سے زائد عرصہ پر محیط دینی و قومی خدمات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

گزشتہ روز جامعہ مدنیہ لاہور میں اس سلسلہ میں مولانا عبیداللہ انور، مولانا سید حامد میاں، مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا محمد یوسف خان، سابق ایم۔ایل۔اے آزاد کشمیر، مولانا ظہور الحق، مولانا سید نفیس شاہ صاحب، مولانا محمد اسحاق خان، مولانا زاہد الراشدی اور دیگر اہل علم کا ایک غیر رسمی مشاورتی اجتماع ہوا جس میں طے کیا گیا کہ مولانا عبیداللہ صاحب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کی سرکردگی میں ایک مرکزی کمیٹی دارالعلوم کی صد سالہ تقریبات میں پاکستانی علماء کی شرکت اور دیگر متعلقہ امور کی انجام دہی کی نگرانی کرے گی اور مندرجہ ذیل رابطہ دفاتر اس کمیٹی کے تحت کام کریں گے

۱۔ برائے سندھ و بلوچستان، دارالعلوم کورنگی کراچی زیر نگرانی مولانا محمد تقی عثمانی

۲۔ برائے پنجاب، سرحد و آزاد کشمیر، مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ لاہور۔ زیر نگرانی مولانا سعید الرحمٰن علوی

اجلاس کے شرکاء نے پاکستان بھر میں دارالعلوم کے متوسلین سے اپیل کی ہے کہ وہ صد سالہ تقریبات کی مناسبت سے سنہ ۷۸ء کو دارالعلوم کے سال کے طور پر منائیں اور اس دوران :۔

- مجالس مذاکرہ اور خطبات و تقاریر کے ذریعہ دارالعلوم کی جد و جہد اور اکابر دارالعلوم کے دینی و قومی کارناموں کو اجاگر کیا جائے
- اخبارات و جرائد میں خصوصی مضامین، مقالات اور اشتہارات کی اشاعت کی سعی کی جائے۔
- صد سالہ تقریبات میں شرکت کے لئے منظم طریق کار وضع کرنے کے لئے رابطہ دفاتر سے رابطہ قائم رکھا جائے۔

اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ سال کے مختلف حصوں میں کراچی۔ حیدرآباد۔ سکھر۔ کوئٹہ۔ ملتان، لاہور۔ فیصل آباد۔ راولپنڈی۔ پشاور اور مظفرآباد میں اکابر دارالعلوم کی نایاب تصانیف کی نمائش اور مرکزی سطح پر مجالس مذاکرہ کے انعقاد کا اہتمام کیا جائیگا۔

جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان کی مجلس عاملہ کے ارکان ۵ر فروری سنہ ۷۸ء سے صوبہ کے تمام اضلاع کا دورہ کر رہے ہیں۔ اضلاع کے امیر اور ناظم عمومی صاحبان اپنے ضلع کی مجلس عاملہ۔ مجلس شوریٰ (اگر ہو سکے مجلس عمومی) بلائیں۔

پروگرام حسب ذیل ہے :

۵ر فروری	فورٹ سنڈیمن
۶ر "	لورالائی شہر
۷ر "	پشین شہر
۸ر "	نوشکی
۱۰ر "	خاران شہر
۱۱ر "	کوئٹہ
۱۲ر "	مستونگ، قلات
۱۳ر " پنجگور	پنجگور
۱۴ر سے ۱۸ر فروری	مکران ڈویژن میں
۱۹ر فروری	لس بیلہ
۲۰ر "	خضدار
۲۱ر "	کوئٹہ
۲۲ر "	ڈھاڈر، سبی
۲۳ر "	بھاگ
۲۴ر فروری	اوستہ محمد
۲۵ "	واپس کوئٹہ

حافظ حسین احمد

سیکریٹری اطلاعات، جمعیۃ علماء اسلام بلوچستان

ٹیوب ویلز کو بجلی نہ ملنے کی وجہ سے

زمیندار سخت پریشان ہیں

واپڈا کا عملہ بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں کرتا

قومی اتحاد بلوچستان کے صدر اور جمعیت علماء اسلام کے صوبائی جنرل سیکریٹری حاجی محمد زمان خان اچکزئی نے ایک بیان میں واپڈا کے عملے پر الزام لگایا ہے کہ اس محکمے نے بلوچستان کے عوام کو سخت پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ نہ تو یہ لوگ بغیر رشوت کے ٹیوب ویلز کو بجلی مہیا کرتے ہیں اور نہ گھریلو ضروریات کے لئے۔ صوبائی پی این اے صدر نے مارشل لا حکام سے اس سلسلہ میں فوری کارروائی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ باوجود اس کے کہ بلوچستان کو نیشنل گرڈ کے ساتھ ملا دیا گیا ہے پھر بھی عوام کو حسب ضرورت اور وقت پر بجلی مہیا نہیں کی جا رہی۔ حاجی محمد زماں خان اچکزئی نے کہا ہے کہ جس طرح ملک کے دوسرے ریڈیو اسٹیشنوں اور ٹیلی وژن پر مختلف محکموں کے ذمہ دار حکام کو بلا کر ان سے ان کی کارکردگی کے بارے میں جواب طلبی کی جاتی ہے اسی طرح کوئٹہ ٹی وی اور ریڈیو پر کیوں نہیں کیا جاتا تاکہ تمام معاملات عوام کے سامنے آجائیں۔ حاجی محمد زماں خان اچکزئی نے راشن کے معاملے میں حکومت بلوچستان کا اس سلسلہ میں شکریہ ادا کیا ہے کہ انہوں نے ان کی تجویز منظور کر لی ہے لیکن ساتھ ہی فی کس ماہوار چار سیر آٹے کی بجائے آٹھ سیر کھلے بازار میں فروخت

کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

حاجی محمد زماں خان اچکزئی نے محمد علی ہوتی کے اس بیان کو کہ مشاورتی کونسل کے ارکان انتخابات میں حصہ لے سکتے ہیں نامناسب قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے مشیر کی حیثیت سے جبکہ وہ عوامی نمائندہ نہیں ہے اور نہ عوام کے سامنے جوابدہ ہے اس قسم کا بیان دینا حیرت انگیز ہے۔ حاجی محمد زماں خان اچکزئی نے کہا ہے کہ مشاورتی کونسل کے ارکان کو ایسے بیانات سے گریز کرنا چاہیئے جن سے بدگمانی پھیلنے کا امکان ہو اور کسی قسم کا جواز نہ رکھتے ہوں۔

مانسہرہ ضلع ہزارہ

مانسہرہ۔ قومی اسمبلی کے سابق رکن اور جمعیۃ علماء اسلام کے نائب امیر حاجی فقیر محمد خان نے ایک بیان میں کہا ہے کہ عوامی مشکلات کے حل کرنے کے بارے میں عبوری حکومت کے اقدامات کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا بلکہ روزمرہ کی مشکلات میں اضافہ ہوا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بظاہر تو نوکر شاہی ہاں میں ہاں ملاتی ہے مگر درپردہ وہ نظام مصطفےٰ اور اسکے اثرات کے خلاف عملی اقدامات کر کے بدنام کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

انہوں نے کہا کہ عوام چاہتے ہیں کہ اشیائے ضرورت کی قیمتوں میں اضافہ کا سدباب ہو اور انتخابات کے ذریعہ جمہوریت کو جلد از جلد بحال کیا جائے تاکہ موجودہ گھٹن کی سی کیفیت ختم ہو۔ مگر صورت حال برعکس ہے۔ انتخابات کے انعقاد کے سلسلہ میں دن بدن شکوک و شبہات میں اضافہ ہو رہا ہے اور لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ انتخابات ہوں گے بھی یا نہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت

گذشتہ روز جمعیۃ علماء اسلام رحیم یار خان کے دفتر میں ایک پروقار تقریب منعقد کی گئی جس میں شہر کی ممتاز شخصیات جناب حاجی محمد اقبال صاحب زمیندار رحیم یار خان، چوہدری عبد المجید سالار، خان عبد الخالق خان ایڈووکیٹ جناب محمد صادق صاحب نے جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا۔ واضح رہے کہ حاجی محمد اقبال تحریک استقلال ضلع رحیم یار خان کے ممتاز رہنما تھے۔ تحریک استقلال کی قومی اتحاد سے علیحدگی کے بعد انہوں نے استعفیٰ دے کر جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت اختیار کی ہے۔ ان ممتاز شخصیتوں کی جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا جمعیۃ علماء اسلام ضلع رحیم یار خان کے ناظم مولانا قاری حماد اللہ شفیق، جمعیۃ علماء اسلام شہر رحیم یار خان کے امیر حاجی عبد الرحمٰن طارق شہری جمعیۃ کے جنرل سیکرٹری مولانا رشید احمد لدھیانوی شہری جمعیۃ کے سیکرٹری اطلاعات طالب حسین ارشد ضلعی جمعیۃ کے آفس سیکرٹری مولانا خان محمد نے خیر مقدم کیا۔

عبد الصبور خاں ڈاہر

تعزیتی اجتماع شجاع آباد

گذشتہ دنوں جامع مسجد فاروقیہ میں زیر اہتمام مدرسہ عربیہ فاروقیہ جمعیت علماء اسلام حضرت بہلوی ؒ کی یاد میں تعزیتی اجتماع میں حضرت مرحوم کی وفات حسرت آیات کو ایک عظیم قومی نقصان قرار دیا اور دعا کی گئی کہ حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا کرے آپ کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قرارداد کی تائید مولانا رشید احمد مہتمم مدرسہ فاروقیہ نے کی اور مولانا سید عبد المجید صاحب ندیم، مولانا محمد حسین صاحب حیدری نے خطاب کیا اور حضرت مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا۔

فورٹ عباس کی ممتاز شخصیتوں

کی جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت

۱۰ر جنوری ۷۸ء (فورٹ عباس): مولانا زاہد الراشدی صاحب مرکزی سیکرٹری اطلاعات ضلع بھاولنگر کے تنظیمی دورے پر تحصیل فورٹ عباس تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ مولانا محمد یوسف صاحب قریشی جنرل سیکرٹری جمعیۃ ضلع بھاولنگر اور مولانا بشیر احمد شاد بھی تھے۔

مولانا رشید احمد صاحب جنرل سیکرٹری و چوہدری برکت علی صاحب امیر جمعیۃ نے معزز مہمان کو خوش آمدید کہا۔

مولانا زاہد الراشدی کی آمد پر کارکنوں نے بڑے جوش و خروش سے شرکت کی۔ تیس چالیس میل علاقہ چولستان سے بھی جمعیۃ کے کارکن مرکزی رہنما سے ملنے کے لئے آئے۔

بعد نماز مغرب مقامی جماعت کی طرف سے کارکنوں کے اعزاز میں کھانا دیا گیا۔ بعد نماز عشاء مولانا زاہد الراشدی نے کارکنوں سے خطاب کیا۔ مولانا محمد اکرم صاحب نے کارکنوں کا تعارف کرایا۔

اس کے بعد تیس کے قریب ممتاز شخصیتوں نے جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا جن میں چوہدری مشتاق احمد صاحب ارائیں (آڑھتی) چودھری نثار احمد صاحب آئرن مرچنٹ، چوہدری حاجی محمد شریف صاحب کریانہ مرچنٹ، حاجی نور محمد صاحب گجر، چوہدری حبیب الرحمٰن صاحب آڑھتی۔ عبد السلام صاحب آڑھتی، مشتاق احمد صاحب سائیکل ورکس، مولوی احمل مجاہد قابل ذکر ہیں۔

مولانا زاہد الراشدی نے مفتی صاحب کے لئے دعا کی درخواست کی اور کہا کہ بعد صحت حضرت مفتی صاحب کو ضرور فورٹ عباس لایا جاویگا۔

دینی مدارس کے طلباء کو کرایوں میں رعایت دینے پر خیر مقدم

کراچی ۲۳ر جنوری۔ جمعیۃ علماء اسلام کراچی شہر کے سیکرٹری مولانا عبد الهادی، سیکرٹری اطلاعات مولانا محمد احمد شہباز ناظم مالیات مولانا محمد احمد شاگرد مولانا چراغ الاسلام نے ایک مشترکہ بیان میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اس بیان کا خیر مقدم کیا ہے جس میں تمام صوبائی حکومتوں کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ دینی و مذہبی اداروں کے طلباء کو بسوں کے کرایہ میں رعایت دی جائے۔ ان رہنماؤں نے کہا ہے کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے دینی اداروں کے طلباء اور منتظمین کا ایک دیرینہ مطالبہ پورا کر کے دینی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے ساتھ جس ہمدردی کا مظاہرہ کیا ہے اس پر ہم آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان رہنماؤں نے حکومت سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ دینی مدارس طلباء کے ساتھ یہ رعایت صرف بسوں کے کرایہ تک محدود نہیں ہونی چاہیئے بلکہ سرکاری تعلیمی اداروں کے طلباء کے برابر رعایت کے وہ تمام حقوق دیئے جائیں نیز جو سرکاری اداروں کے طلباء کو ریل بس وغیرہ کے کرایہ پر حاصل

ہیں۔ اور ان رہنماؤں نے ان احکامات پر فوراً عمل درآمد کا بھی مطالبہ کیا ہے۔

رنج و غم کا اظہار :

جمعیت علماءِ اسلام ضلع جھنگ ناظم نشر و اشاعت چوہدری محمد عقیل اور طلباء علم رہنما حافظ عبدالعزیز نے ایک مشترکہ بیان میں جمعیۃ علماءِ اسلام ساہیوال کے رہنما عبدالمتین چوہدری ایڈووکیٹ کے برادر حقیقی عبدالحسیب کے قتل پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ مجرموں کو پکڑ کر سخت سزا دی جائے۔

انہوں نے مرحوم اور ان کے بھائی کی تحریک بحالی جمہوریت۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفےٰ میں خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا اور دعا کی کہ اللہ پاک مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

مشترکہ بیان :

۲۴ جنوری ۷۸ء کو جمعیۃ علماءِ اسلام جنرل پشاور کے صدر جناب مفتی نور اللہ صاحب اور جمعیۃ کے جنرل سیکرٹری جناب عبداللطیف نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں جمعیۃ علماءِ اسلام کے مرکزی اجلاس میں ہونے والے اہم فیصلوں کا خیر مقدم کیا اور امید ظاہر کی ہے کہ مرکز میں ہونے والے فیصلوں کو جلد از جلد عملی جامہ پہنانے میں جمعیۃ کو بہترین تقویت پہنچے گی اور انہوں نے مرکزی اجلاس میں تنظیمی کمیٹی کی تشکیل کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ تنظیمی کمیٹی کی تشکیل وقت کا اہم تقاضہ ہے اور انہوں نے مرکزی اجلاس میں شریک ممبروں کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

احسن المدارس خانیوال

گذشتہ دنوں مدرسہ احسن المدارس خانیوال میں قاری محمد غوث صاحب کی نگرانی میں پیر طریقت حضرت اقدس حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحؒ کو ایصال ثواب کی غرض سے ختم قرآن کیا گیا۔

مدرسہ کے طلباء اور اساتذہ نے ذوق شوق کے ساتھ قرآن کریم کا ختم کر کے حضرت کی روح کو ثواب بخشا۔ آخر میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب اکبری مدظلہ نے حضرت کے بلندی درجات کے لئے دعا فرمائی۔

حلقہ اعظم بستی کراچی

جمعیت علماءِ اسلام حلقہ اعظم بستی / ٹاؤن کے امیر جناب قاری حسین احمد صاحب نے ایک بیان میں کہا ہے کہ حکومت نے اعظم بستی وٹاؤن کو ٹی۔ وی پر خطرناک علاقہ قرار دے کر اس علاقے کے لوگوں کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا ہے جس پر انہوں نے گہرے غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ کیا یہ علاقہ سمندر کے کنارے سے زیادہ خطرناک ہے؟ جہاں پر سوسائٹی تعمیر کی جارہی ہے حالانکہ ندی کو معمولی گہرا کر کے اور سائڈ میں پشتے بنا کر پختہ بنا دیا جائے تو لاکھوں غریب عوام کی جان و مال کا تحفظ ہو جائے۔ یا پھر گھروں سے بے دخلی کی صورت میں حکومت کا ردِ عمل کیا ہو گا۔ اور سوال کیا کہ اگر حکومت عوام کے خون پسینہ کی کمائی سے تعمیر شدہ اربوں روپے کے مکانات و جائیداد کا معاوضہ ادا کرتی ہے تو کیا؟ وہ معاوضہ بستی کی تعمیر و ترقی سے کم ہے۔ اور مطالبہ کیا کہ گلی نمبر ۸ ، گلی نمبر ۲۲ کو طے شدہ نقشہ کے مطابق تعمیر کی جائے جسکے لئے کے ایم سی کیس جیت چکی ہے۔ روڈ کی تعمیر میں حائل۔ مکینوں کے لئے متبادل انتظام کیا جائے اور جلد لیز وغیرہ شروع کر دی جائے۔

شہر گوجرانوالہ کا تبلیغی پروگرام

حضرت مولانا عبدالواحد امیر جمعیۃ علماءِ اسلام شہر گوجرانوالہ نے دو رکنی کمیٹی تجویز کی ہے جو تمام شاخہائے شہری جمعیۃ سے رابطہ قائم کریگی تاکہ تنظیم کو مضبوط تر کیا جاسکے۔

ارکان کمیٹی۔ ۱۔ حافظ گلزار احمد آزاد۔

۲۔ حاجی محمد یعقوب صاحب

ہم بحکم حضرت امیر ۲۳ جنوری ۷۸ء بعد از نماز عشاء کلر آبادی پہنچے۔ وہاں مقامی شاخ کے امیر حافظ امین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جماعتی دوست جمع تھے۔ گوجرانوالہ جمعیۃ کے شعلہ بیاں مقرر حافظ گلزار احمد آزاد نے خطاب کیا اور فرمایا کہ ہمارے اکابر علماء حق نے بے سر و سامانی کے عالم میں دنیا کی سب سے بڑی طاقتوں سے ٹکرا جانے کا فیصلہ کیا اور ان کی شان یہ بھی کہ مقتل میں مسکراتے جایا کرتے۔ آخر میں فرمایا جب ہم بھی ان کا نام لیتے ہیں تو ہمیں نظام شریعت کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا ہو گا۔

اس کے بعد تمام احباب نے چندہ دینے اور ترجمان اسلام جاری کروانے کے بارہ میں ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ۲۴ جنوری ۷۸ء ہم گھوڑے شاہ پہنچے تو وہاں بھی حافظ صاحب نے خطاب کیا۔ تمام جماعتی احباب نے اپنی استطاعت کے مطابق کام کرنے کا یقین دلایا۔

۲۶ جنوری ۷۸ء ہم رسولپورہ بعد از نماز عشاء پہنچے تو وہاں کافی احباب کا اجتماع تھا۔ نماز کے بعد حافظ آزاد صاحب نے پرجوش خطاب کیا۔

ضلع گجرات :

۲۱ جنوری بروز ہفتہ سرپرست جمعیت علماءِ اسلام ضلع گجرات چوہدری محمد خلیل صاحب، ناظم جمعیت علماءِ اسلام ضلع گجرات قاری محمد اختر صاحب اور ناظم عمومی جمعیت علماءِ اسلام ضلع گجرات مولانا عبدالرؤف نے کوٹلہ تحصیل کھاریاں کا تنظیمی دورہ کیا اور حضرت مولانا سید اصغر علی شاہ صاحب اور مولانا قاری غلام رسول صاحب سے ملاقات کی اور یہ طے پایا کہ حضرت مولانا قاری غلام رسول صاحب شوقی جمعیت کو منظم کرنے کے لئے ضلع بھر میں جمعیت کے پروگرام کو عوام کے سامنے پیش کریں تاکہ جمعیۃ علماءِ اسلام ضلع گجرات پہلے سے زیادہ مقبول و مضبوط ہو۔ اس کے لئے قاری غلام رسول صاحب شوقی نے یہ فیصلہ قبول کیا اور بخوشی لبطور مبلغ جمعیت علماءِ اسلام ضلع گجرات اپنے آپ کو پیش کیا چنانچہ یہ ضلع بھر میں مختلف مقام پر جمعہ کا خطبہ دیں گے جس میں جمعیت کا پروگرام بھی پیش کیا جائے گا۔

قراردادیں و تعزیتی اجلاس

جمعیۃ علماءِ اسلام چک نمبر ۲۹۴ / ر ج ب ای کے ناظم نشر و اشاعت محمد خالد نے مندرجہ ذیل قراردادیں اجلاس میں پیش کیں جو اراکین جمعیۃ و قومی اتحاد چک ہذا نے متفقہ طور پر منظور کیں۔

۱۔ یہ اجلاس حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلوی قدس سرہٗ کے انتقال پر ملال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت اقدسؒ کے ارفع درجات اور پسماندگان

کے لئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہے۔

حضرت اقدس کے فضائل ومحاسن بیان کرتے ہوئے ابن طفیل مولوی نیاز محمود نے فرمایا کہ حضرت اقدسؒ نے اپنی ساری زندگی اللہ کی عبادت، حضرت سیدنا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت اور مخلوق خدا کی خدمت میں گزار دی۔

۲۔ یہ اجلاس اکابرین جمعیۃ کے لئے صحت کاملہ کی دعا کرتا ہے۔

۳۔ یہ اجلاس حکومت سے اپیل کرتا ہے کہ ہمارے شہر ٹوبہ ٹیک سنگھ اور ربوہ کا نام تبدیل کر دیا جائے اور چک ابن میں بجلی، پانی اور پختہ سڑک کا خاطر خواہ انتظام کیا جائے۔

یہ اجلاس قومی اتحاد کے نئے انتخابات پر اظہار مسرت کرتا ہے۔

مجلس عاملہ کہروڑ پکا

جمعیۃ علماء اسلام تحصیل لودھراں کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا اللہ بخش صاحب مدظلہ امیر جمعیۃ علماء اسلام تحصیل لودھراں منعقد ہوا جس میں تنظیمی امور کے علاوہ علاقائی مسائل پر غور کیا گیا۔ اجلاس میں چند قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ یہ اجلاس شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلویؒ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو ملت کے لئے عظیم نقصان قرار دیتا ہے اور حضرت کی روح کو ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی۔

۲۔ یہ اجلاس حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک میں بڑھتی ہوئی ہوشربا گرانی اور کمر توڑ مہنگائی کا خاتمہ کیا جائے اور اشیائے صرف کی قیمتوں کو معمول پر لایا جائے۔

۳۔ یہ اجلاس مارشل لاء حکام سے مطالبہ کرتا ہے کہ ملک میں ٹریفک کے حادثات میں اضافہ اور قتل وغارت اور غنڈہ گردی میں آئے دن اضافہ سے عوام کی مال و جان خطرے میں ہے۔ اس لئے عوام کے مال وجان کے تحفظ کے انتظامات کئے جائیں۔

۴۔ اجلاس میں مارشل لاء انتظامیہ کی توجہ اس جانب مبذول کرائی گئی کہ تحصیل لودھراں اور بالخصوص علاقہ کہروڑ پکا میں چوری کی واردات میں اس حد تک اضافہ ہو گیا ہے کہ کہروڑ پکا شہر کی چوک بخاری روڈ کی تین دکانوں کو پولیس کے پہرہ کی موجودگی میں لوٹ لیا گیا اور پولیس چوروں کو گرفتار نہ کر سکی۔

اجلاس میں اے سی لودھراں کی توجہ مبذول کرائی گئی کہ وہ انتظامیہ کا سختی سے نوٹس لیں تاکہ چوری کا انسداد ہو سکے۔

۵۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ کہروڑ پکا لودھراں روڈ کو جلد مرمت کرایا جائے تاکہ حادثات کے ممکنہ خطرہ کے پیش نظر جو کمپنیاں اس روڈ کو چھوڑ کر دوسرے روٹوں پر چلی گئی ہیں وہ بسوں کو اس روٹ پر واپس لا دیں۔

ضروری اعلان

انجمن تحفظ ناموس صحابہؓ بھکر کے زیر اہتمام حسب روایت سابقہ سیرت النبیؐ والصحابہؓ سہ روزہ کانفرنس کمیٹی پارک میں ۲۴-۲۵-۲۶ رماہ پنجشنبہ بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار منعقد ہو رہی ہے جس میں ملک کے مقتدر علماء کرام تشریف لا رہے ہیں۔

حافظ ممتاز علی
مہتمم جامعہ رشیدیہ بھکر ضلع میانوالی

جنرل ضیاء الحق سے اپیل

مکرمی! ہم آپ کے مؤقر جریدہ کی وساطت سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے اپیل کرتے ہیں کہ مولانا نور محمد صاحب خطیب جامع مسجد وانا جنوبی وزیرستان جو بھٹو حکومت کے ظلم وستم کا شکار ہوئے ہیں بھٹو کی بے پناہ زیادتیوں کی وجہ سے عرصہ ڈیڑھ سال سے ہری پور جیل میں قید ہیں۔ اب جبکہ موجودہ حکومت کے اعلان کے مطابق گیارہ ہزار قیدی جو بھٹو آمریت کا شکار ہوئے ہیں رہا کر دیئے گئے ہیں لیکن مولانا نور محمد صاحب اب بھی نظر بند ہیں۔ ہم وزیر قبائل چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے اپیل کرتے ہیں کہ مولانا کو فوری طور پر رہا کیا جائے۔

اپیل کنندگان

۱۔ ملک بوستان خان، ۲۔ ملک خلیئے میر خان
۳۔ ملک محمد ہاشم خان
وزیر قبائل آف وانا جنوبی وزیرستان

مولانا سید عبدالمجید صاحب ندیم کا دورہ شکر گڑھ

تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان کے مرکزی رہنما مولانا عبدالمجید ندیم ۲۲ جنوری بروز اتوار ۳ بجے سہ پہر ایک دن کے مختصر دورہ پر بذریعہ ٹرین جب شکر گڑھ ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو جمعیت علماء اسلام کے مقامی کارکنوں نے معزز مہمان کو خوش آمدید کہا۔ مولانا سیدھے حافظ محمد طاہر ناصر آفس سیکرٹری جمعیت علماء اسلام کے مکان پر پہنچے تو وہاں کارکنوں کا اجتماع زیر صدارت چوہدری فاروق سلطان امیدوار صوبائی اسمبلی منعقد ہوا جس میں مولانا عبدالمجید ندیم اور مولانا محمد طاہر ناصر نے تقاریر کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اسی صورت میں ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے کہ جب اسلام کے عادلانہ نظام حیات کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے۔ آخر میں ایک قرارداد کے ذریعہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق سے مطالبہ کیا گیا کہ احتساب کو انتخاب کے ساتھ لازم ملزوم نہ کیا جائے۔ موجودہ بے چینی کا واحد حل یہ ہے کہ الیکشن جلد از جلد کرا کر اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کے حوالے کیا جائے۔ اجلاس میں مولانا مفتی محمود صاحب کے دوبارہ صدر پاکستان قومی اتحاد بننے پر مبارکباد پیش کی گئی۔

خان حافظ سعید احمد خان اسعد ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام حلقہ بستی آبادی جھنگ، صدر حافظ عبدالغفار صاحب قائم مقام امیر حلقہ بستی آبادی در حافظ محمد اشرف صاحب نائب ناظم نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں کہا ہے کہ پیر طریقت تابع شریعت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب بہلویؒ کی وفات سے جو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے اس سے تمام پاکستان میں رنج وغم کی لہر دوڑ گئی ہے۔ مستری غلام نبی صاحب مقیم غلہ منڈی جھنگ نے تمام اسلامی تحریکوں میں حصہ لیا ہے انکی بیگم کا انتقال ۱۸ جنوری کو ہو گیا ہے ان کے لئے دعا کی گئی ہے

جناب چوہدری عبدالمتین کے بھائی کے وحشیانہ قتل میں گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے قتل کے پس منظر کو منظر عام میں لانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ہر فرد کے لئے خصوصی دعا مانگی گئی ہے۔

رپورٹنگ: ظہیر میر

علماءِ حق نے ہر دور میں جابر و ظالم حکومت سے ٹکر لی ہے!

ہم علماءِ حق کی قیادت میں اسلامی انقلاب کیلئے سرگرداں ہیں

ماہانہ رپورٹ فارم جلد واپس بھیجے جائیں۔

ندیم اقبال اعوان

گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کے صدر جناب ندیم اقبال نے حاصل پور میں کارکنوں کے ایک کثیر اجتماع سے خطاب فرمایا۔ آپ نے جمعیۃ کے اغراض و مقاصد پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ اس فتنہ و فساد کے زمانے میں علماء حق کی قیادت میں اسلامی نظام کے لیے سرگرداں ہیں۔ آپ نے کارکنوں کو ہدایت کی کہ اسلامی نظام کے نفاذ کی خاطر اپنی کوششوں کو تیز تر کر دیں۔

آپ نے کہا کہ ملک میں اسلامی انقلاب کا وقت قریب آگیا ہے۔ آپ نے کارکنوں سے کہا کہ موجودہ حالات میں آپ لوگوں کی ذمہ داریاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئیں ہیں۔

آپ نے کارکنوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے آپکو مکمل طور پر اسلامی سانچے میں ڈھالیں۔ آپ نے امید ظاہر کی کہ انشاء اللہ اگر آپ لوگوں نے اپنی کوششیں اسی طرح جاری رکھیں تو وہ دن دور نہیں جب ہم اس ملک میں مکمل اسلامی انقلاب لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

دریں اثنا ایک پیغام کے ذریعہ صوبائی صدر جناب ندیم اقبال اعوان نے صوبے کی تمام شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ آپ ماہانہ رپورٹ فارم پُر کر کے جلد مرکزی دفتر کے پتہ پر ارسال کریں تاکہ اس رپورٹ فارم کی روشنی میں آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔

جمعیۃ غم میں برابر شریک ہے!

گذشتہ روز ہمارے ساتھی جناب عبدالمتین چوہدری کے بڑے بھائی جناب عبدالحسیب شہید کر دیئے گئے۔ اس دردناک قتل پر جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی رہنماؤں نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے ایک پیغام کے ذریعہ انتظامیہ سے مطالبہ کیا ہے کہ قاتلوں کو جلد از جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہونچایا جائے۔

دریں اثنا ایک پیغام کے مرکزی صدر میاں محمد عارف جاوید ابراہیم پراچہ، مرکزی نائب صدر، جناب ندیم اقبال اعوان صوبائی صدر، جناب عبدالرؤف ربانی صوبائی جنرل سیکرٹری اور مرکزی اطلاعات راقم الحروف ظہیر میر نے عبدالمتین چوہدری صاحب سے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اپنی تمام ہمدردیوں کا یقین دلایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ چوہدری صاحب کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں۔

شکریہ

جمعیۃ طلباء اسلام ساہی وال کے رہنما جناب عبدالمتین چوہدری ایڈووکیٹ نے ترجمان اسلام کے ذریعہ ان تمام حضرات کا دلی شکریہ ادا کیا ہے، جنہوں نے ان کے بھائی کی شہادت پر تعزیت کے خطوط لکھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے لیے تمام خطوط کا فرداً فرداً جواب مشکل ہے، اس لیے میں ترجمان اسلام کے ذریعہ ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس موقع پر اس بندہ ناچیز کو یاد رکھا

ضلع بنوں

جمعیۃ طلباء اسلام ضلع بنوں کے کارکنوں کا ایک انتخابی اجلاس زیر صدارت جناب محمد نواز صاحب مدرسہ معراج العلوم منعقد ہوا۔ اور درج ذیل حضرات عہدہ داران منتخب ہوئے۔

صدر: عبدالمتین قریشی،

ناظم عمومی: شفیق الرحمن گورنمنٹ کالج بنوں

ناظم نشریات: بلال احمد اعوان

نائب صدر اور ناظم کا انتخاب بعد میں عمل میں آئے گا۔ ناظم مالیات: محمد اسماعیل۔

صوبائی مجلس شوریٰ کا اجلاس

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کی مجلس شوریٰ کا ایک اہم اجلاس ۱۰ر فروری بروز جمعہ ۱۰ بجے صبح دفتر جمعیۃ طلباء اسلام جمشید روڈ نزد مدرسہ نیو ٹاؤن کراچی میں منعقد ہوگا جن حضرات کو دعوت نامے نہ ملے ہوں وہ اسی اعلان کو دعوت نامہ سمجھیں

خیر مقدم

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کے

نائب صدر جناب حافظ نذیر احمد صاحب۔ اور مقامی شاخ کے ناظم عمومی محمد الیاس صاحب نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے اعلان کا خیر مقدم کیا ہے جس میں مذہبی مدارس کے طلباء کو کوئی رعایت دی گئی ہے۔

رستم ضلع سکھر

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباء اسلام ضلع سکھر کے کنوینر جناب اسد اللہ خالد نے رستم شاخ کا دورہ کیا جناب فتح محمد قاسمی بھی ان کے ہمراہ تھے۔

مقامی دفتر میں کارکنوں کا ایک اجلاس زیر صدارت مولانا وعنی بخش صاحب منعقد ہوا۔ اجلاس سے مولانا عبدالحق صاحب، فتح محمد قاسمی صاحب اور جناب اسد اللہ خالد نے خطاب کیا اور آخر میں مقامی شاخ کے لیے فی الحال کنوینگ باڈی کا انتخاب عمل میں آیا۔

سرپرست: جناب مولانا عبدالحق صاحب

کنوینر: " دین محمد قریشی

معاونین: جناب خیر محمد بروہی، جناب حبیب الرحمن

جناب ذوالفقار رہبر

ضلع لاڑکانہ کا انتخاب نو

گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام لاڑکانہ کا ایک اہم اجلاس زیر صدارت سید عبدالغفور شاہ سابق صدر جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ منعقد ہوا جس میں اتفاق رائے سے نئے سال کے لیے مندرجہ ذیل عہدہ دار منتخب کیے گئے:

صدر خان محمد چاچڑ صاحب۔

نائب صدر: خالد محمود سومرو چانڈکا میڈیکل کالج لاڑکانہ

ناظم نشریات: حبیب الرحمن ناریجہ، گورنمنٹ ڈگری کالج لاڑکانہ

ناظم مالیات: زبیر احمد سومرو چانڈکا میڈیکل کالج، لاڑکانہ

سکھر ڈویژن (تربیتی اجلاس)

گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام سکھر ڈویژن کا ایک تربیتی اجلاس زیر صدارت سید عبدالغفور شاہ صاحب سابق صدر جمعیۃ طلباء اسلام سندھ منعقد ہوا۔ تعارفی نشست کے بعد ضلعی اور مقامی خبریں طلب کی گئیں۔

۱۔ ضلع لاڑکانہ کی رپورٹ زبیر احمد سومرو ضلعی ناظم مالیات نے پیش کی۔

۲۔ ضلع جیکب آباد کی رپورٹ ہمت علی جھکرانی صدر جمعیۃ طلباء اسلام ضلع جیکب آباد نے پیش کی۔

۳۔ ضلع شکارپور کی رپورٹ غلام قادر بروہی نے پیش کی۔

۴۔ ضلع خیرپور کی رپورٹ ضلعی نائب صدر عبدالحئی شیخ نے پیش کی۔

۵ ضلع سکھر کی رپورٹ ضلعی کنوینر اسد اللہ خالد نے پیش کی۔

تربیتی کنونشن سے حضرت مولانا غلام قادر صاحب سرپرست جمعیۃ سندھ نے تفصیلی خطاب فرمایا۔ آپ نے کہا کہ ہمارے علمائے حق نے ہمیشہ ہر دور میں ظالم اور جابر حکومت سے ٹکر لی اور کبھی بھی ظالم کے سامنے نہیں جھکے۔ اور اپنی محنت اور کوشش سے آگے چلتے رہے اور عزم و استقلال کو کبھی نہیں چھوڑا۔

آپ نے کہا کہ: آپ بھی اسی طرح محنت کریں انشاء اللہ کامیابی جلد آپ کے قدم چومے گی۔

سید عبدالغفور شاہ صاحب نے طلباء کو تنظیمی امور میں سرگرمی سے حصہ لینے کی ہدایت کی۔

تربیتی نشست کے بعد کارکنوں سے تنظیمی کام کو آگے بڑھانے کے لیے مشورے کیے گئے۔

اجلاس میں غلام قادر بروہی صاحب نے کارکنوں کو مرکزی آرگن عزم نو کی اشاعت اور خریداری میں دلچسپی لینے کی تلقین کی۔

یاد رہے آئندہ سکھر ڈویژن کا تربیتی اجلاس ۲۳ فروری بعد نماز مغرب شکارپور میں ہوگا۔

صوبائی صدر کی وطن واپسی

جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ کے صدر جناب سید سراج احمد شاہ امروٹی بیرونی ممالک کے دورے کے بعد ۲۹ جنوری کو وطن واپس پہونچ گئے شکارپور میں ان کا استقبال صوبائی ناظم مالیات غلام قادر بروہی نے کیا۔ سید سراج احمد صاحب نے ایک پیغام میں کہا ہے کہ وہ انشاء اللہ جلد ہی پورے صوبے کا تفصیلی دورہ کریں گے۔ تنظیمی احباب سے گذارش ہے کہ وہ صوبہ سندھ کے حالات اور تنظیمی امور کے بارے میں سید سراج احمد شاہ صاحب سے مندرجہ ذیل پتہ پہ فوری رابطہ قائم کریں۔

پتہ: سید سراج احمد شاہ امروٹی

مدرسہ قادریہ کالج روڈ شکارپور

انتخاب حلقہ ٹھیڑھی
ضلع خیرپور میرس

خیرپور میرس کا ایک اجلاس جامعہ دینیہ دارالہدیٰ میں زیر صدارت حضرت مولانا عبدالحئی صاحب منعقد ہوا اور درج ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا۔

صدر: عبدالکریم بروہی

نائب صدر: حافظ غلام رسول میمن

ناظم عمومی: عبدالحمید بھٹو

ناظم: امداد اللہ میمن۔

ناظم اطلاعات: غلام قادر میرانی

ناظم مالیات: حافظ محمد انور

ناظم دفتر: منور الدین بوہیو

ٹھل (ضلع جیکب آباد)

جمعیۃ طلباء اسلام ٹھل سندھ کا اجلاس زیر صدارت جناب مولانا صلاح الدین منعقد ہوا۔ اجلاس سے جناب محمد عالم سومرو، شاہنواز صاحب اور جناب عبدالحئی صاحب نے خطاب فرمایا۔ آخر میں سرپرست ج۔ ط۔ ا ٹھل نے خطاب کیا۔

انتخاب چترال

صدر: محمد نظام الدین

نائب صدر: محمد کریم شاہ۔

ناظم عمومی: محمد قاسم شاہ، ناظم: محمد ولی۔

ناظم نشریات: نثار احمد، ناظم مالیات: خلیل الرحمن